

# اکابر صحابہ

شہادتِ حسینؑ ذی النورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک خود ساختہ داستان کا تحقیقی جائزہ

اور

# شہداءِ کربلا پر افتراء

شہادتِ حسینؑ کے بارے میں  
ایک خود ساختہ داستان کا علمی جائزہ

از

شیخ الحدیث مفتی محمد امجد علی عثمانی شہید

ڈاکٹر محمد عابد الرحمن صاحب

مفتیس و مندر

الرحمۃ لکھنؤ  
۱/۴، نظم محمدیہ، آغس، لیاقت آباد  
کراچی ۷۵۹۰۰

# اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم

شہادت سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک خود ساختہ فسانے کا تحقیقی جائزہ

مسبیل سلمیۃ اور

حلیف آباد، پوسٹ نمبر ۸-۷۹

## شہداء اکبر بلا پر افتراء رضی اللہ عنہم

[ شہادتِ حُجین کے بارے میں  
ایک خود ساختہ داستان کا علمی جائزہ ]

از

شیخ الحدیث محقق العصر مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

فائزر  
ڈاکٹر محمد عبدالرحمن مصنف

مؤسس و مدیر

الرحیم لکچر ہاؤس

اے ۷/۷، اعظم ٹریڈ پوسٹ آفس، لیاقت آباد  
کراچی ۷۹۰۰

ملکتہ سلطان عالمگیر

## جملہ حقوق طباعت بہتمام وکمال بنام الرحیم اکیڈمی محفوظ ہیں

اس کتاب کے کسی بھی حصے کی فوٹو کاپی، اسکنگ اور کسی بھی قسم کی اشاعت ادارہ کی تحریری اجازت کے بغیر نہیں کیجا سکتی ہے۔

نام کتاب اکابر صحابہؓ اور شہدائے کربلاؑ پر افتراء

مصنف محقق العصر مولانا محمد عبدالرشید نعمانی

ناشر ڈاکٹر محمد عبدالرحمن غففر

سوس ویدیر الزحیم اکیڈمی 7/7 اکرام آباد اعظم نگر

لیاقت آباد کراچی = 75900 ٹیلیفون = 4913916

مطبع قریشی آرٹ پرنٹنگ پریس ناظم آباد کراچی

طبع چہارم ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۳ء

تعداد ۱۰۰۰

قیمت ۵۰ روپے

## ملنے کے پتے

- اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- در خواستی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ بنوریہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ قاسمیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ اسحاقیہ جوٹا مارکیٹ کراچی
- عباسی کتب خانہ جوٹا مارکیٹ کراچی
- مکتبہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
- مکتبہ مجیدیہ ملتان
- مکتبہ تبلیغ و اصلاح حیدر آباد سندھ
- امداد اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ
- مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور
- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- مکتبہ رشیدیہ کوسٹہ بلوچستان
- مکتبہ اسلامیہ کوسٹہ بلوچستان



## فرہست مضامین

- ۷ عرض ناشرین
- ۱۶ حضرت عثمان غنیؓ کے نام پر فتنہ عظیم
- ۱۶ ملاحظہ باطنیہ
- ۱۷ شیعہ اثنا عشریہ
- ۱۸ مجلس عثمان غنیؓ کا تعارف
- ۱۸ مجلس کا شائع کردہ پہلا کتابچہ
- ۱۸ اکابر صحابہؓ پر تہمت طرازیوں
- ۱۹ کتابچہ کے اقتباسات
- ۲۰ قیامت صغریٰ
- ۲۰ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ پر افتراء
- ۲۱ حضرت حسینؓ و عبداللہ بن زبیر پر افتراء
- ۲۱ مروان کی مداحی
- ۲۲ ناصبیوں نے ”عظیم“ طعن و تشنیع
- ۲۲ حضرت علیؓ کی خلافت پر طعن و تشنیع
- ۲۳ بنو ہاشم پر افتراء
- ۲۴ حضرت عمار پر افتراء
- ۲۵ خود ساختہ سازش
- ۲۶ شہادت فاروق اعظمؓ کے متعلق غلط بیانی
- ۲۶ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اور اکابر صحابہؓ کا گھناؤنا کردار پیش کرنا
- ۲۷ فاروق اعظمؓ کے قتل کا الزام حضرت علیؓ پر



- ۲۸ کتابچہ کی مفترأت پر بحث کا آغاز
- ۲۸ عہد رسالت اور عہد شخصین پر طعن
- ۲۸ حضرت علیؑ پر افتر اپروازیوں کے جوابات
- ۲۹ اکابر صحابہؓ پر الزام تراشیوں کا جوابات
- ۳۲ دفاع عثمانؓ میں حضرت حسنؓ اور دیگر اکابر کا زخمی ہونا
- ۳۳ محمدؐ بن ابوبکرؓ کے بارے میں ایک غلط فہمی کا ازالہ
- ۳۴ حضرت عبید اللہ بن عمرؓ کے واقعہ کی حقیقت
- ۳۸ بنی ہاشم کی طرف حضرت عثمانؓ کا مال و اسباب لوٹنے کی تردید
- ۳۹ حضرت علیؑ کے خلیفہ برحق ہونے سے انکار
- ۴۰ کتابچہ کے فرضی مآخذ کی تفصیل
- ۴۱ شجاعت مروان کا دلچسپ افسانہ
- ۴۱ کتب اہل سنت میں مروان کے عزازات
- ۴۳ محاصرہ حضرت عثمانؓ کا اصل سبب مروان تھا
- ۴۳ ناصبیوں کے پختن
- ۴۴ صحابی رسول ﷺ عمر و بن حنظلہ قتل عثمانؓ کا غلط الزام
- ۴۴ حضرت عثمانؓ کے قتل میں کسی صحابی کی شرکت ثابت نہیں
- ۴۵ مجلس عثمان غنیؓ کی ”تک بندی“
- ۴۸ اکابر صحابہؓ گویہودی ٹھیرانا
- ۴۸ اس کتابچہ کی تلخیص
- ۴۹ تلخیص اور اصل کا فرق
- ۴۹ تاریخی تضاد

- ۵۰ "سید الشہداء" اور "امام مظلوم"
- ۵۰ حضرت علیؑ کی خلافت سے انکار
- ۵۱ نادانوں کا روافض کی ضد میں صحابہؓ کی توہین کرنا
- ۵۱ روافض و نواصب کا توہین صحابہؓ میں ایک حکم
- ۵۲ مجلس عثمان غنی کا روافض کی لے میں لے ملانا
- ۵۲ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسلام سے نکالنے کی کوشش
- ۵۳ دور حاضر کے ملحدین کا طریقہ کار
- ۵۳ دوبارہ غور کی دعوت
- ۵۴ صحابہ کرامؓ کے بارے میں عقائد اہل سنت کی تفصیل
- ۵۴ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے قلم سے
- ۵۷ نواصب کون ہیں
- ۵۷ نواصب کا خاتمہ
- ۵۸ برصغیر میں ناصیت کی تجریر
- ۵۸ مجلس عثمان غنی کا تعارف اور پرہیزگار
- ۶۱ خود ساختہ "داستان کر بلا"
- ۶۸ اس داستان کے پہلے جھوٹ کی تنقیح
- ۷۶ داستان گو کی حساب دانی
- ۷۷ دوسری جھوٹ کی تنقیح
- ۸۶ تیسری جھوٹ کی تنقیح
- ۹۴ ظلم کا انجام
- ۹۷ امو یوں کا زوال یزید سے عبرت پکڑنا

- ۹۸ داستان گو کا حضرت زبیرؓ پر افتراء
- ۱۰۶ یزید کی برأت کے سلسلے میں داستان سرہائی
- ۱۰۷ خاندان حسینی کے وظائف مقرر کرنے کا افسانہ
- ۱۰۸ یزید کی جانشینی کی نرالی توجیہ
- ۱۱۰ بنی ہاشم پر افتراء
- ۱۱۶ حضرت حسینؓ کے بارے میں افسانہ تراشی
- ۱۱۹ حضرت حسین کو مطعون کرنا
- ۱۲۵ کتاب کا غلط حوالہ
- ۱۲۶ صحابی رسول اللہ ﷺ حضرت سلیمان بن صہبہؓ پر طعن
- ۱۲۹ داستان کا اختتام کھلے جھوٹ پر
- ۱۳۱ حضرت علیؓ و حسینؓ کی تحقیر و توہین
- ۱۳۲ ایک نئی دریافت
- ۱۳۳ حضرت حسن کے بارے میں داستان سرہائی
- ۱۳۶ حضرت حسینؓ کی تحقیق
- ۱۳۸ قاتلان عثمانؓ کے بارے میں ضروری نتیجہ
- ۱۴۴ شیعہ مخلصین کون ہیں
- ۱۵۱ حضرت حسینؓ کے بارے میں افتراء پر دازی
- جن لوگوں نے حضرت علیؓ سے جنگ کی ان کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ
- ۱۵۲
- ۱۵۳ نواصب تقیہ سے باز آئیں
- ۱۵۵ یزید کے کرکوت حدیث کی روشنی میں

## بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس نازک وقت اور خطرناک ترین دور میں اہل سنت جس صورت حال سے غیر شعوری طور پر دوچار ہوتے جا رہے ہیں اور جس گہری سازش کا شکار بنتے جا رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اندرونِ حق ”حب صحابہ“ اور ”رؤیتہ“ کا لبیل لگا کر کیدانِ ہانت مذہبِ اہل سنت کا تحریف شدہ ”جدید ایڈیشن“ تیار کیا جا رہا ہے ”خلافتِ راشدہ“ جیسی دینی اصطلاحات جس کا خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی طرف سے مفہوم و مصداق بالکل متعین ہے۔ اس کی اصل دینی حدود کو وسیع کر کے وزن و بے اثر بنایا جا رہا ہے، حضراتِ شہداء و مبشر و حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور قلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقابلے میں ”برمد“ و ”مردان“ کو اعلیٰ اہمیت کا حامل، پیکرِ محاسن، خادموں دین و ملت اور فہم و مخاص یا ور کیا جا رہا ہے۔ اور حقیقت صد حقیقت کہ یہ نئی تبدیلی اور خطرناک سازش خود چند نام نہاد اہل سنت افراد ہی کے ہاتھوں انجام پا رہی ہے۔

جن پہ تمکیم تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

چنانچہ نئی الوقت ملک کے طول و عرض میں غیر محدود طور پر ”ناصبیت“ کو فروغ دینے کی کوشش جاری ہے۔ ”ناصبیت“ ”رفض“ ہی کی کوکھ سے جنم لیا ہے جو اس کا قدرتی ردِ عمل تھا۔ صحابہ کے مقابلے میں ”رفض“ و ”نواصب“ آپس میں ایک دوسرے کے خورد و کلاں بھائی بھائی ہیں، البتہ رفض بڑے بھائی ہیں اور ناصبی چھوٹے بھائی۔

ایک مرض کا علاج دوسرے مرض کے ذریعہ کرنا عقلمندی نہیں نادانی ہے۔ یہ خالص سہمی اور ہلاکت کا سودا ہے۔ لہذا رفض کا علاج ناصبیت سے کرنا خود رفض کو اپنا نا اور بائی مذہب شیعہ عبداللہ بن سبا یہودی کی روج کو شاد کرنا ہے۔ اب ذرا موجودہ دور کے ناصبیوں کی اس افتراء پر دوازی پر غور فرمائیں کہ ”جملہ صحابہ کرام کے سردار حضرات خلفاء راشدین



ایک دوسرے کے حریف، اقتدار پسند اور طائب جاہ و شہرت تھے۔ چنانچہ خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے منتظر بیٹھے گھر یاں گن رہے تھے اور جب وہ دنیا سے رحلت کر گئے تو ان کے بیٹے عبید اللہ بن عمر کو تہ تیغ کرانے میں کوشاں رہے۔ حالانکہ آپ فاروق اعظم کے مشیر خصوصی ہی نہیں بلکہ اس درجہ ان کے گرویدہ و عقیدہ مند تھے کہ جب ان کا جنازہ لایا گیا تو بے تابانہ دست بدعا تھے کہ ”لے الہ العالمین میرا اعمال نامہ بھی محض اپنے فضل سے روز قیامت ان جیسا روشن و منور بنائے۔“ آپ ہی کے الفاظ ہیں۔

خیر الامۃ بعد نبیہا حضرت نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد اس امت ابو بکر صدیق و عمر۔ میں سب سے افضل ابو بکر ہیں اور پھر عمر۔ غور فرمائیے ”حب صحابہ“ اور ”رد شیعہ“ حضرت فاروق اعظم اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو باہم شیر و شکر باور کرانے میں بھرپور جو کمر واقعی ہے۔ یا ان کو باہم ایک دوسرے کا حریف و معاند ثابت کرنے میں جیسا کہ شیعوں اور اس دور کے ناصبیوں کا دعویٰ ہے اور جو سراسر افتراء اور خلاف واقعہ ہے۔ افسوس ہے کہ بانیان ”مجلس عثمان غنی“ اس کھلی حقیقت کو نہ سمجھ سکے۔ اور افتراء پر دازی و بہتان طرازی میں لگے شیعوں کی نقل انارنے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے آمین۔

دراصل شیعیان علی اور بانیان ”مجلس عثمان غنی“ یعنی شیعیان عثمان دونوں کا منصوبہ صحابہ میں تفریق و عناد کو ہوا دینا ہے اصل مقصد میں دونوں شریک ہیں۔ صرف تفصیلات کو مجروح کرنے میں فرق ہے۔ روا فقہ خلفاء ثلاثہ کے دشمن ہیں اور بانیان مجلس قواصب، شیعہ امویہ علی حسنین اور ان صحابہ کے جو امیر معاویہ کے مقابلہ میں حضرت رضی کو اور یزید کے مقابلہ میں حضرت حسین کو واجب الام

اور اپنا قائد مانتے ہیں خواہ وہ انصار و مہاجرین و عشرہ مبشرہ ہی کیوں نہ ہوں۔ حد ہو گئی باتیان مجلس کی روسیاہی کی کہ وہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر قہمت لگاتے ہیں بھی بنی ہاشم اور حضرت علی مرتضیٰ کو ملوث کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے انتقام لے تا نثر یہ دیا جا رہا ہے کہ گویا تہمت عائشہ میں بھی جس سے زمین و آسمان کانپ اٹھے علی حصہ دار ہیں۔ اور اگر براہ راست خود حصہ دار نہیں تو مفری کے خاندان بنی ہاشم سے تو وابستہ ہیں ہی۔ لہذا جرم ثابت۔ گویا خاندان بنی ہاشم سے ہونا خود ایک ناقابل معافی جرم اور خطا، عظیم اور شیعیت ہے۔ حضرات علی و حسین و طلحہ و زبیر جیسے اکابر صحابہ کے بارے میں جو گھٹاؤ فی اور من گھڑت کہانیاں "مجلس عثمان غنی" کے شائع کردہ اس پہلے کتابچہ میں درج ہیں اس سے ناظرین ان بد باطن ناہنجو کے دلی کھوٹ اور زلیغ و الحاد کا پتہ چلا سکتے ہیں۔ مجلس سے شائع کردہ تمام کتابچوں کا یہی حال ہے کہ چاندی سونے کے ورق میں لپیٹ کر زہر کی گولیاں دی جا رہی ہیں۔ جن کے پڑھنے اور صحیح باور کرنے سے آدمی خاندان رسالت سے بدظن۔ اکابر صحابہ سے بدعتیدہ اور ایمان کی حلاوت سے محروم ہو جاتا۔ اخیر میں ہم مولانا محمد عبدالرشید نعمانی مدظلہ کے شکر گذار ہیں کہ مولانا موصوف نے ہماری تحریک پر اس فتنہ کے قلع و قمع کے لئے قلم اٹھایا۔ اور قیمتی مقالہ لکھ کر اس مجلس کے دھل و فریب کا پردہ چاک کیا جو وہ اللہ عناد عن سائر المسلمین فیہ۔

ترجمان اجداد

علی مطہر نقوی رام پور ہونی

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
حامداً و مصلياً و مسلماً اابد

## عرض ناشر

بندہ مومن کی طبیعت ساری ہی برائیوں کی طرف مائل ہو سکتی ہے۔ مگر کذب اور خیانت کی طرف اس کا میلان نہیں ہوا کرتا، تصدیق اور ایمان کا تقاضا ہی یہ ہے کہ صدق و امانت اس کی فطرت میں داخل ہو۔ اور کذب اور خیانت سے اس کو طبعی نفرت ہو۔ جھوٹ بولنا، دغا بازی، یہ منافق کا شیوہ ہے مسلمان کا نہیں۔

”رفض“ اور ”ناعوبیت“ یہ دو ایسی بدعتیں ہیں جن کی بنیاد ہی کذب اور دروغ گوئی پر قائم ہے۔ غضب خدا کا تصور تو کیجئے ”رافضی“ اور ”ناعبی“ یہ دونوں فرقے ”خیر امت“ کے افضل ترین افراد کے بارے میں جن کے جہنمی ہونے کی زبان رسالت نے شہادت دی ہے اور جن کی ”سنا و صفت“ خود قرآن پاک میں جا بجا مذکور ہے کس بے حیائی اور ڈھٹائی کے ساتھ جھوٹ بولتے ہیں اور کیسی کیسی افترا پروازی اور بہتان طرزی کرتے ہیں۔ رافضی، حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم اور عثمان ذی النعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں کہتے ہیں کہ:۔ الیاذ باللہ ان سے بیعت کر کے والے مسلمان نہیں منافقین تھے، انہوں نے ہی امویا پنا خلیفہ اور امام بنایا تھا اور ان تینوں حضرات نے تحت خلافت پر زبردستی قبضہ جمایا تھا ورنہ

خلافت تو دراصل حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حق تھا اور وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلا فصل تھے۔ یہ لوگ ان حضرات ثلاثہ اہل ان سے بنو ٹٹی بیعت کرنے والے تمام اصحاب کرام کو سرے سے مومن ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان سب کو منافق کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس جھوٹ کو سچ باور کرنے سے بچائے آمین۔

اسی طرح نامی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے قابل نہیں وہ کہتے ہیں ان کو سبائیوں نے امام بنایا تھا انھوں نے ہی ان سے بیعت کر کے ان کو خلیفہ کیا اور دوسروں سے بھی ربر دستی ان کی خلافت کی بیعت لی۔ یاد رہے سبائیوں کا سربراہ عبد اللہ بن سبا، ایک یہودی منافق تھا جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے بظاہر اسلام کا دم بھرتا تھا۔ ناصبیوں کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت منعقد نہیں ہوئی، بلکہ ان کا دور حکمرانی ہنگامہ پردہ اور فتنہ و فساد کا دور تھا جس میں ہر طرف مسلمانوں کے خون کی ارزانی تھی۔ خلافت راشدہ کا زمانہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے بعد دوبارہ اس وقت شروع ہوا جب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی اور مسلمانوں نے اطمینان کا سانس لیا، ان کا بیٹا یزید بھی خلیفہ راشد تھا مگر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سبائیوں کے درغللے میں آکر خلیفہ برحق یزید کے خلاف بغاوت کر دی۔ آخر اپنے کئے کی سزا کو پہنچے، حرہ میں جن صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قتل عام ہوا وہ بھی سب باغی تھے جو یزیدی فوج کے ماتحتوں اپنے کفر کو دار کو پہنچے، اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نواسے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بغاوت

ان ناصبیوں کے خلیفہ راشد یزید علیہ ما علیہ کے "محمد بنی الحرم" یعنی حرم الہی میں احماء کے داعی تھے اس لیے مجبوراً یزید کو فوج بھیج کر حرم کعبہ کا محاصرہ کرنا پڑا، غرض ان ناصبیوں کے نزدیک یزید کے سب اقدام برحق تھے اور اس کے خلاف جس نے بھی صدائے حق بلند کی وہ حق پر نہ تھا۔

اسلامی تاریخ چونکہ ان جھوٹوں کا ساتھ نہیں دیتی اس لیے ان کو اب خود تاریخ گڑھنی پڑ رہی ہے۔ موجودہ دور میں اس دجل و فریب اور کذب و دروغ کی ابتدا تو محمد امجد عباسی نے خلافت معاویہ و یزیدؓ لکھ کر کی تھی لیکن بعد کو کیونٹ ٹھنڈوں اور منکوں حدیث نے موقع سے فائدہ اٹھا کر اس میں خاطر خواہ اضافہ کرنا شروع کر دیا، عنکبوت حدیث تو در اول صفی صحابہ کی تاریخ کو بے اعتبار قرار دے کر حدیث و روایت سے اعتماد اٹھانے لگے ہیں اور کیونٹ ٹھنڈوں کا مقصد یہ ہے کہ اہل قبلہ میں اشتعال پیدا کر کے قتل و قتال کا ایسا بازار گرم کیا جائے کہ پاکستان کی اینٹ سے اینٹ بج جائے جس طرح کہ دشمنوں نے صوبائی تعصب کو ہوا دے کر مشرقی پاکستان میں کیا تھا۔

اس وقت ناصبیت کے پرچار کے لیے کراچی اور پنجاب دونوں جگہ مسلسل کام ہو رہا ہے اور افسوس یہ ہے کہ اس فتنہ کی لپیٹ میں عربی مدارس بھی آ رہے ہیں، یونیورسٹی اور کالج کے شعبہ تاریخ کے اساتذہ بھی اور بعض عوامی واعظ بھی، اس فتنہ کی زد میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو عربی نہیں جانتے اور جو جانتے ہیں وہ اصل عربی مآخذوں سے رجوع نہیں کرتے تاکہ جھوٹ سچ معلوم ہو کر اصل حقیقت سامنے آجائے۔

اسی جھوٹے پرچار کا ایک ادارہ ”مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے نام سے کراچی میں قائم ہے جو آٹے دن کوئی مذکوئی کتابچہ چھاپ کر مسلمانوں میں شائع کرتا رہتا ہے جس کو پڑھ کر سادہ لوح عوام گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس مجلس کے شائع کردہ پہلے کتابچہ پر جس کا نام ہے ”حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کیوں اور کیسے؟“ یہ مفصل تنقید اکابر صحابہؓ پر بہتان کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔

پیش نظر کتاب ”شہدائے کربلاؓ پر افتراء“ مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے شائع کردہ دوسرے کتابچہ کا علمی و تحقیقی جائزہ ہے۔ جس کا نام ہے ”داستان کربلاؓ حقائق کے آئینے میں“ ان دونوں کتابچوں کے مرتب مجلس مذکور کے مشہور داستان گو ڈاکٹر احمد حسین کمال ہیں جو کسی زمانے میں ”جمیۃ علماء اسلام“ کے ہفت روزہ جریدہ ”ترجمان اسلام“ کے ایڈیٹر بھی رہ چکے ہیں۔ اسی مجلس کا پانچواں کتابچہ ”حادثہ کربلاؓ“ کے نام سے مکرر طبع ہو چکا ہے۔ جس کا طرزِ بیاں ”داستان کربلاؓ“ سے بھی زیادہ زہرِ بلا اور گستاخانہ ہے اور اس میں خوب دل کھول کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر جو ٹپس کی گئی ہیں ایک مسلمان کیلئے جو مصابہ کرام اور اہل بیت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت سے واقف ہو مبرا و تحمل کے ساتھ اس کا بڑھنا بھی دشوار ہے اور اس کے مطالعہ سے جو ذہنی اذیت اور کوفت ہوتی ہے اس کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے جو جذبہ ایمانی سے سرشار ہو اس کے باوجود مولوی محمد اسحاق صدیقی سندیلوی کی اس کندچہ کے بارے میں یہ فہمائش ہے کہ۔

”مولانا ابوالحسن محمد عظیم الدین صاحب کا رسالہ ”حادثہ کربلاؓ“

لے پہلے یہ تنقید ”نامی سازش“ کے نام سے طبع ہوئی ہے۔

میں نے دیکھا ہے، مثلاً اللہ بہت مفید اور نافع ہے  
اہل سنت کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے تاکہ سبائی دروغ  
بافیوں نے جو ظلم تیار کیا ہے وہ شکست ہو اور ان کی آنکھیں  
کھلیں فقط

افتخار محمد اسحاق صدیقی حفظہ اللہ  
۲۶ صفر ۱۳۹۵ھ - ۹ مارچ ۱۹۷۵ء

”حادثہ کر بلا“ اسی ”داستان کر بلا“ کا خلاصہ ہے اور اسی جھوٹ  
کو اس میں بھی مزے لے لے کر دہرایا گیا ہے اور سند کے لیے پھر مجلس ہی  
کے ”داستان گو“ کا نام بایں الفاظ پیش کر دیا ہے۔

”بر مغیر کے معروف اہل قلم، تاریخ آسکار ڈاکٹر

احمد حسین کمال لکھتے ہیں (ص ۱۵ طبع اول و ص ۱۷ طبع ثانی)

”حادثہ کر بلا“ طبع اول پر مولوی محمد اسحاق صدیقی سند بیوی کے ارشاد  
گراہی کے بعد ”پیش لفظ“ ڈاکٹر احمد حسین کمال کے قلم سے شائع ہوا ہے  
جس میں مجلس کے داستان گو صاحب نے مرتب رسالہ کے گن گائے  
ہیں۔ گویا وہی مضمون ہے :-

من ترا حاجی گویم تو مرا حاجی گو

رسالہ شہزاد کر بلا پر افتراء مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے شائع کردہ

ان دونوں کتابوں کے نہر کا تریاق ہے، اور حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی

سے امید ہے کہ جو بھی اس رسالہ کو بنظر انصاف پڑھے گا اس پر حقیقت

حال آشکارا ہو جائے گی۔ اس رسالہ کے مصنف مولانا محمد عبدالرشید لہمائی

صاحبِ مظلہ کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، ملک کا اعلیٰ طبقہ ان سے بخوبی واقف ہے۔

اس رسالہ کو لکھے ہوئے اگرچہ چار سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا مگر اس کی طباعت کی نوبت اب تک نہ آ سکی۔ پہلے اس مقالہ کو ایک مذہبی ماہنامہ میں شائع کرنے کا ارادہ تھا۔ مدیر ماہنامہ نے کچھ عرصہ اس کو اپنے پاس اشاعت کے خیال سے رکھا مگر بعد کو مروان دیزید سے تعلق خاطر کی بنا پر اپنے دوستوں کے مشورہ پر اس کی اشاعت کی ہمت نہ کر سکے۔ مسودہ واپس ہوا تو ایک ناشر صاحب نے مدت تک اس کو اپنے پاس دبائے رکھا آخر خدا خدا کر کے بڑی مشکل سے ان سے پرآمد ہوا اور حق تبارک و تعالیٰ کے ہمیں توفیق دی کہ اس کی اشاعت کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے اس کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔  
امید ان خیر میں اس حقیر سی کوشش کی بدولت مصنف و ناشر اور ان کے خاندان کے تمام افراد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب کی شفاعت کا مستحق بنائے۔ آمین

ناظرینِ کرام سے صرف اتنی استدعا ہے کہ اس رسالہ کے مطالعہ کے بعد اگر ان کو اس کے مضمون سے اتفاق ہو تو اس کی اشاعت و خرید میں سرگرمی دکھائیں تاکہ ”ردِ نامصیبت“ کے کام کو آگے جاری رکھا جاسکے۔  
وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ۔

ناچینر

منظف لطیف عفی عنہ

بہارِ شعبہ ۲۲ رومی الحجۃ ۱۴۰۱ھ

۱۶۸۳ء  
لیج چہارم ۱۴۲۲ھ



## حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر فتنہ عظیم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين ولا  
عدوان الا على الظالمين والصلاة والسلام  
على سيد المرسلين سيدنا محمد وعلى آله الطاهرين  
واعصاؤه الطيبين

اما بعد۔ برصغیر پاک و ہند میں روافض کا وجود زمانہ قدیم سے ہے ایک زمانہ میں ملاحدہ باطنیہ نے ملتان میں اپنی حکومت قائم کر لی تھی اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ملت کے بطل جلیل سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ کو کہ انھوں نے ملتان سے ان کی سلطنت کا خاتمہ کر کے باطنی شیعوں کا قلع قمع کیا تاہم ان قرامطہ ملاحدہ کی یادگار آغا خانی اور برہان الدین کی جماعت سے وابستہ باطنی شیعہ اب بھی ہندو پاک کے مختلف شہروں میں جا بجا کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ملاحدہ باطنیہ بالاتفاق غیر مسلم ہیں۔ یہ اپنے ائمہ کو نعوذ باللہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل سمجھتے ہیں۔ صحابہ اور دین کے دشمن ہیں۔ قرآن و شریعت کو معطل کر دینے کا اپنے ائمہ کو حقدار سمجھتے ہیں چنانچہ آغا خانیوں نے تو آجکل دین و شریعت کو بالکل معطل کر ہی رکھا ہے۔

یہ لوگ اپنے ائمہ میں خدا کے حلول کرنے کے بھی قائل تھے۔

”شیعہ اثنا عشری“ جو بارہ اماموں کے قائل ہیں ان کو معصوم جانتے ہیں اور ان کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں انھوں نے بھی ”دکن“ میں اقتدار حاصل کئے اپنی ریاستیں قائم کر لی تھیں مجاہد کبیر محی الدین اور نگ زیب عالمگیر غازی رحمہ اللہ نے اپنے عہد میں ”دکن“ کی ان ریاستوں کو ختم کر کے قلمرو سلطنت میں داخل کر لیا تھا۔ تاہم جب سے ہمایوں ایران سے لوٹا مغل دور حکومت میں شیعہ اثنا عشریہ کی تعداد بڑھتی ہی رہی۔ اور وہ ”دکن“ میں ان کی ریاست مستقل قائم ہو گئی تھی جو انگریزوں کے زمانہ میں ختم ہوئی اب عام طور پر رائے پنی کے نام سے یہ لوگ الگ جانے پہچانے جاتے ہیں اور کم و بیش ہر بڑے شہر اور قصبے میں موجود ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام سے تبری و بیزاری ان کے بھی دین کا جزو ہے۔ قرآن کریم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے غیظ اور ان پر غصہ اور خفا ہونے کو کفار کا خاصہ بتایا ہے۔ ارشاد ہے۔ لَيَغِيظُ بِهِمُ الْكُفَّارُ۔

پچھلے چند برسوں میں جب سے محمود احمد عباسی امر و ہوی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ منظر عام پر آئی ہے چونکہ اس میں حضرت علی کریم اللہ وجہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی طرح کردار کشی کی گئی ہے جس طرح روافض حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی کیا کرتے ہیں۔ اس لئے بہت سے نادان مسلمان جن کو عباسی کی اہل غریبی کا پتہ نہیں کہ اس کتاب میں اس نے دجل و تبلیس کے کیسے کیسے خوشنما جا ل بچھائے ہیں۔

جھوٹ کو سچ سمجھ کر رافضیوں کی ضد میں اس درجہ آگے بڑھ گئے کہ انھیں حضرت علی کریم اللہ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اکابر صحابہ کی تنقیص و توہین میں مرہ آنے لگا۔ اس صورت حال سے منکرین حدیث اور کمیونسٹوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ وہ بھی دبلے پاؤں ان کی صف میں آکر شامل ہو گئے۔ شدہ شدہ نوبت یابیں جا رہی ہیں کہ اس فتنہ پر داز کی کی اشاعت کے لئے باقاعدہ مجلسیں بن گئیں۔ اسی قسم کی ایک مجلس اور اس کے غلط انداز فکر کا قارئین سے تعارف کرایا مقصود ہے یہ مجلس کوہنگی کراچی میں حضرت عثمان غنیؓ کے نام پر قائم کی گئی ہے جس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

”مجلس عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات صحابہ کرامؓ و ان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر طور پر زائل کرنے اور مسلمان امت کی صحیح تاریخ منظر عام پر لانے کے لئے قائم کی گئی ہے جس کی پہلی خدمت آپ کے سامنے ہے اس عظیم اور مقدس مقصد کے لئے آپ کا تعاون ضروری ہے۔“ (ص ۲)

یہ پہلی خدمت جس کے لئے جملہ مسلمانوں سے تعاون کی اپیل کی گئی ہے ۳۲ صفحات کا ایک کتابچہ ہے جس کا نام ہے حضرت عثمان غنیؓ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت کیوں اور کیسے یہ سلسلہ مطبوعات مجلس حضرت عثمان غنیؓ کی پہلی کڑی ہے جو ۱۳۷۷ھ کو رنگی لا کر اپنی

جھوٹ کو سچ سمجھ کر رافضیوں کی ضد میں اس درجہ آگے بڑھ گئے کہ انھیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اکابر صحابہ کی تنقیص و توہین میں مرہ آنے لگا۔ اس صورت حال سے منکر بن حدیث اور کمیونسٹوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ وہ بھی دبلے پاؤں ان کی صف میں آکر شامل ہو گئے۔ شدہ شدہ نوبت بایں جا رسید کہ اس فتنہ پر دازی کی اشاعت کے لئے باقاعدہ مجلسیں بن گئیں۔ اسی قسم کی ایک مجلس اور اس کے غلط انداز فکر کا قارئین سے تعارف کرانا مقصود ہے یہ مجلس کورنگی کراچی میں حضرت عثمان غنی کے نام پر قائم کی گئی ہے جس کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

”مجلس عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات صحابہ کرام و خدوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر طور پر زائل کرنے اور مسلمان امت کی صحیح تاریخ منظر عام پر لانے کے لئے قائم کی گئی ہے جس کی پہلی خدمت آپ کے سامنے ہے اس عظیم اور مقدس مقصد کے لئے آپ کا تعاون ضروری ہے۔“ (ص ۲)

یہ پہلی خدمت جس کے لئے جملہ مسلمانوں سے تعاون کی اپیل کی گئی ہے ۳۲ صفحات کا ایک کتابچہ ہے جس کا نام ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کیوں اور کیسے یہ سلسلہ مطبوعات مجلس حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پہلی کڑی ہے جو ۱۲ اے ۵۱ کورنگی لاہور میں

یہ لوگ اپنے ائمہ میں خدا کے حلول کر لے کے بھی قائل ہیں۔

”شیعہ اثنا عشری“ جو بارہ اماموں کے قائل ہیں ان کو معصوم جانتے ہیں اور ان کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں انھوں نے بھی دکن میں اقتدار حاصل کر کے اپنی ریاستیں قائم کر لی تھیں مجاہد کبیر محی الدین اور نگ زیب عالمگیر غازی رحمہ اللہ نے اپنے عہد میں دکن کی ان ریاستوں کو ختم کر کے قلمرو سلطنت میں داخل کر دیا تھا۔ تاہم جب سے ہمایوں ایران سے لوٹا مغل دور حکومت میں شیعہ اثنا عشریہ کی تعداد بڑھتی ہی رہی۔ آدھ میں ان کی ریاست مستقل قائم ہو گئی تھی جو انگریزوں کے زمانہ میں ختم ہوئی اب عام طور پر رافضی کے نام سے یہ لوگ الگ جانے پہچانے جاتے ہیں اور کم و بیش ہر بڑے شہر اور قصبے میں موجود ہیں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام سے تبری و بیزاری ان کے بھی دین کا جز ہے۔ قرآن کریم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے غیظ اور ان پر غصہ اور خفا ہونے کو کفار کا خاصہ بتایا ہے۔ ارشاد ہے۔ لَیَغِیْظُ بِهٖمُ الْکُفَّارُ۔

پچھلے چند برسوں میں جب سے محمود احمد عباسی امر دہوی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ منظر عام پر آئی ہے چونکہ اس میں حضرت علی کریم اللہ وجہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسی طرح کردار کشی کی گئی ہے جس طرح روافض حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی کیا کرتے ہیں۔ اس لئے بہت سے نادان مسلمان جن کو عباسی کی ابلہ فریبی کا پتہ نہیں کہ اس کتاب میں اس نے دجل و تبلیس کے کیسے کیسے خوشنما جال بچھائے ہیں۔

سے شائع ہوئی ہے۔ کتابچہ کی قیمت ایک روپیہ لکھی ہے۔ مرتب کا نام احمد حسین کمال ہے اور پتہ جمعیتہ اکادمی۔ سی ۱۵۳۔ کورنگی، کراچی مرقوم ہے۔ مطبع کا نام درج نہیں کیا گیا۔

لیکن اس کتابچہ کے ذریعہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بارے میں پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر طور پر ناکارہ کرنا تو کجا الٹی یہ کوشش کی گئی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کو اس طرح رنگ آمیزی کر کے بیان کیا جائے کہ جس سے حضرت عموءؓ کی شہادت کے اصل ذمہ دار تو حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ قرار پائیں اور آپ کے ہر دو صاحبزادگان حضرت تسنیںؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور ان دونوں حضرات کے صاحبزادے محمد بن طلحہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ اور دیگر حضرات اہل مدینہ رضی اللہ عنہم (جمعین) کا کردار بھی اس بارے میں گھنٹاؤں تا نظر آئے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس کی بھی پوری کوشش کی گئی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ، پیر طوفان باندھنے اور حضرت فاروقؓ عظیم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں بھی حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ ہی کو مورد طعن و ملامت بنایا جائے اور اس کی ذمہ داری بھی ان ہی کے سر ڈالی جائے۔ اب پہلے اس خود ساختہ افسانہ کو مختصراً مرتب ہی کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے پھر اس کے جھوٹ سچ کا خود ہی فیصلہ فرمائیے۔ مرتب کے الفاظ ہیں۔

## قیامت صغریٰ

مدینہ کے ایک گمراہ کی حوصلہ افزائی پا کر کونہ، بصرہ اور مصر وغیرہ سے کئی ہزار افراد پر مشتمل، شریکوں اور باغیوں کا گمراہ اچانک مدینہ منورہ پہنچ گیا... حضرت عثمان غنی کے مکان کا محاصرہ کر لیا... شہر مدینہ کا رابطہ دوسرے شہروں سے کاٹ دیا۔ مدینہ میں رہنے والے کاہر حضرت علی وغیرہ فاطمہؓ کے ساتھ نہ بے باہر نکل گئے یا چپ چاپ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے... اہل مدینہ کی بے وفائی وجہی سے کبیدہ خاطر ہو کر... ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بچتی بچاتی کہ معظمہ تشریف لے گئیں تاکہ مدینہ کے انور تک حالات سے... حج کے موقع پر آئے ہوئے دنیا بھر کے مسلمانوں کو مطلع کر دیں کہ مدینہ میں کوئی قیامت صغریٰ برپا ہو رہی ہے باغیوں نے یہ محسوس کر کے کہ... حج پر آئے ہوئے مسلمان... کہ معظمہ سے مدینہ منورہ اگر ان باغیوں کی سرکوبی نہ کر دیں... حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کے دروازے میں آگ لگا دی، اس وقت حضرت عثمان کے دروازے کے سامنے کھڑے، مدینہ کے جو افراد بے بسی کے ساتھ یہ کارروائی دیکھ رہے تھے۔ ان میں حضرت علی کے دونوں صاحبزادے حسن اور حسین

اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے محمد بن طلحہؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ شامل تھے۔ دروازے میں جو نہی آگ لگی اور شعلے بلند ہوئے، حضرت عثمانؓ کے داماد اور کاتب مروانؓ تلوار لے کر باہر نکلے تاکہ باغیوں کو آتش ریزی کی کارروائی سے روکیں، باغیوں نے مروانؓ پر حملہ کر دیا، ابن ابی بنیاعؓ نے آگے بڑھ کر مروانؓ کو نشانہ بنانا چاہا لیکن مروانؓ کی تلوار نے اس کا کام ختم کر دیا، مروانؓ کافی دیر تک باغیوں سے نبرد آزما رہے لیکن باغیوں نے انہیں دھکیل کر فاطمہ بنت ادیس کے مکان میں بند کر دیا۔ اور آس پاس کے مکانات کی دیواروں سے کود کود کر کئی شریپند حضرت عثمانؓ کے مکان میں داخل ہو گئے۔ ان شریپندوں کی قیادت حضرت علیؓ کا ایک سوتیلا بیٹا اور پروردہ محمد بن ابی بکرؓ کر رہا تھا، اس محمدؓ نے حضرت عثمانؓ کی پیشانی پر پریکان سے ضرب لگائی۔ اور داڑھی پکڑ کر کھینچی اس کے ایک ساتھی کنانہ بن بشرؓ نے کان کے نچلے حصہ میں تیر مار کر حضرت عثمانؓ کے حلقے سے پار کر دیا۔ اس کے دوسرے ساتھی غافقیؓ نے لوسہ کی سلاخ سے حضرت عثمانؓ کا سر بھاڑ دیا اور اس قرآن کو ٹھوک کر مار کر در بدر پھینک دیا جسے حضرت عثمانؓ تلاوت فرما رہے تھے۔ اس کا تیسرا ساتھی عمرو بن حقؓ حضرت عثمانؓ کے



سینہ پر پتھر بٹھ کر بیٹھ گیا اور آپ کے سینہ پر خنجر کے نو (۹) چمکے لگائے۔ اس کے چوتھے ساتھی سودان بن حمران مرادی نے تلوار کا ایک بھر نوپر وار کر کے حضرت عثمان کا چراغ حیات گل کر دیا۔ یہ تھے وہ "بیخ تن ہو جنھوں نے مسلمانوں کے خلیفہ کو.... دن دھاڑے مدینہ میں .... بے رحمی کے ساتھ شہید کر ڈالا.... اس خونین حادثہ کے بعد تین دن تک حضرت عثمان کی لاشیں بے گور و کفن پڑی رہی.... تین دن کے بعد مغرب اور عشا کے درمیان رات کی تاریکی میں حضرت عثمان کے چند قریبی رشتہ دار مروان وغیرہ کوٹ کے ٹوٹے ہوئے ایک تختہ پر حضرت عثمان کی لاش ڈال کر قبرستان جنت البقیع کے ایک حصہ "حش کوکب" میں لائے زبیر، ابو جہم بن حذیفہ، حسن، حکیم بن حزام، تیمار بن مکرم سلمیٰ جنازے کے ہمراہ تھے۔ جبیر بن مطعم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور رات کے اندھیرے میں نہایت خاموشی کے ساتھ حضرت عثمان کی میت کو دفن کر دیا۔

(انص ۳ تا ص ۹)

### حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت

یاعلیٰ جب حضرت عثمان کو شہید کرنے کے مقصد میں کامیاب ہو گئے اور مدینہ میں جتنا فساد مچا چاہتے تھے کر چکے تو اب

انہیں اس اندیشہ اور خوف نے پریشان کر ڈالا کہ امام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے حج کے موقع پر خلیفہ کی امداد کے لئے ضرور اپیل کی ہوگی اور مسلمان ان کی اپیل پر لپیک کہہ کر باغیوں کی سرکوبی کے لئے دوڑ پڑیں گے اس احساس کے پیش نظر انہوں نے اپنی حفاظت کی راہ ڈھونڈنا شروع کی وہ سب کے سب حضرت علی کے گرد و پیش جمع ہو گئے اور ان پر زور دیا کہ وہ اپنی خلافت کے لئے بیعت کر لیں اہل مدینہ کو بھی مجبور کیا کہ وہ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ (ص ۱۰)

صفحہ ۱۰ پر یہی مولف نے ”شہادت عثمان عنی پر رنچ والہ کے جذبات“ کا عنوان قائم کیا ہے اور پھر صفحہ ۱۶ تک مختلف حضرات کے مراثی سے ان اشعار کا ترجمہ پیش کیا ہے جو ان کے مرثیہ کے سلسلہ میں کہے گئے تھے۔ اس سلسلہ میں ولید بن عقبہ کی طرف منسوب کر کے ان کے الفاظ کا یہ ترجمہ کیا ہے۔

”اے بنو ہاشم اپنے بھانجے کے خون آلود ہتھیار واپس دیدو“  
اس کا مال نہ لو لو یہ تمہیں جائز نہیں ہے۔

”بنی ہاشم قیادت کے معاملہ میں جلدی نہ کرو“ عثمان کے قاتل اور اس کا مال کوٹنے والے یکساں مجرم ہیں۔“ (ص ۱۵)

اور ناطقہ بنت فرافصہ کی نسبت یہ لکھا ہے کہ انہوں نے معاویہ بن ابی سفیان کے نام جو خط لکھا تھا اس میں تحریر تھا کہ

”مدینہ والوں نے ان کے مکان کا محاصرہ کر کے مکان میں ہر ہر چیز کا داخلہ بند کر دیا۔ حتیٰ کہ پانی تک نہ آنے دیا۔“ (ص ۱۱۵)  
اور یہ بھی کہ

”اہل مصر کی قیادت محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر کر رہے تھے (ص ۱۱۶)  
حضرت عثمان کے خلاف سازش اور شہادت

”لیکن صد ہزار افسوس کہ اسلام کے خلاف خاندان بنی ہاشم کے ایک فرد ابی لہب اور اس کی بیوی نے عناد و سازش کا جو بیج بویا تھا اور جس پر قرآن حکیم نے سورہ ”تبت یداً“ میں ان دونوں کو ملعون ٹھہرایا تھا۔ وہ بیج ایک پودے کی شکل میں مدینہ پہنچا اور پردان چڑھتا رہا اس کا پہلا نشانہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی حضرت ابوبکر کی بیماری بیٹی اور امت کی محترم ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنائی گئیں۔ اور ان پر مخی لفوں سازشیوں نے تہمت عائد کی جس کی برائت خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر فرمائی۔ بالآخر یہی سازش تھی جس نے خلافت کے مسئلہ پر نزاع کھڑا کیا اور افراد بنی ہاشم نے ۶ ماہ تک ہنرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ اسی سازش نے ایران کے مفتوحین کا ایک گروہ مدینہ میں آباد کیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو ہسید کر دیا۔ اب جبکہ نو مسلموں اور عرب قریش اور

بنی ہاشم کی نئی نسل جوان ہو گئی تھی۔ سازش نے پیر پھیلائے  
 پیر اور پیر رے نہ کالے اور حضرت عثمان کے خلاف کھل کر سامنے  
 آ گئی جس خلیفہ نے اسلامی مملکت کو بچا یا..... لوگوں کو  
 تاریخ میں پہلی مرتبہ شہری آزادیاں عطا کیں..... اس  
 خلیفہ کو دن دھاڑے دار الخلافہ اور دارالرسالت شہر مدینہ  
 میں..... بھوکا اور پیاسا ترپا کر لوہے کی سلاخوں سے  
 مار مار کر ہلاک کر ڈالا گیا۔ جبکہ مدینہ میں حضرت علیؓ  
 حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ جیسے اکابر اور حضرت حسینؓ  
 اور حضرت حسنؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جیسے نو جوان  
 بنی ہاشم موجود تھے۔ کیا آسمان وزمین نے اس سے زیادہ  
 دردناک کوئی اور منظر بھی دیکھا ہوگا؟ (ص ۳۰ و ۳۱ و ۳۲)  
 مرتب نے حضرت عثمان کے کارناموں کے سلسلہ میں ایک عنوان قائم کیا؟  
خطرناک سازش کو ناکام بنا دیا

اور پھر اس کے ذیل میں یہ کہانی لکھی ہے۔

”خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد حضرت عثمان غنی رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سازش کو ناکام بنانے کی طرف سب سے  
 پہلے توجہ فرمائی جس کے نتیجے میں خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کی شہادت واقع ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ کے واقعہ  
 شہادت میں ایران کے وہ نو مسلم ملوث تھے جو جنگی قیدی کی

حیثیت سے مدینہ آئے۔۔۔ انھوں نے بنو ہاشم کے نوجوانوں سے ربط و مضبوط رکھا یا ہرمزان نامی ایک ایرانی۔۔۔ کے گھر پر ایرانی نو مسلموں اور بنو ہاشم کے نوجوانوں کا اٹھنا بیٹھنا ہوتا رہتا تھا اور ایک گروہ تشکیل پا گیا تھا ایک دن فجر کی نماز میں جبکہ ابھی کافی اندھیرا تھا اور حضرت عمر امامت فرما رہے تھے، اس گروہ کے ایک فرد فیر وز ابو لؤؤہ نے پیچھے سے زہر آلود خنجر سے حضرت عمر پر پے در پے تالانہ وار کر ڈالے اور دہرے کئی نمازیوں کو تہید و زخمی کر دیا۔ بعد کو خود بھی خود کشتی کر لی۔ اس شخص نے جس خنجر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر تالانہ حملے کئے وہ ہرمزان کا تھا۔ حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش کے اصل محرک کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبید اللہ نے مشقتیں ہو کر ہرمزان کو قتل کر دیا اور چند دوسرے سازشی بھی اس کی زد میں آ گئے۔ حضرت عثمان جب خلیفہ منتخب ہو گئے تو بجائے اس کے کہ۔۔۔ حضرت عمرؓ کے قتل کی تحقیق کر کے اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف مکمل کارروائی کا مطالبہ کیا جاتا۔ بنو ہاشم اور حضرت علیؓ کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ عبید اللہ بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلے میں قتل کر دیا جائے۔ حضرت عمرو بن عاص نے اس کی شدید مخالفت

کی اور دوسرے تمام اصحاب رسولؐ نے بھی اسے غلط قرار دیا۔ تاہم حضرت عثمانؓ نے عبید اللہ بن عمرؓ کی طرف سے خود ”دیت“ ادا کر کے مقتول کے وارثین کے ساتھ صلح و صفائی کرادی لیکن بنو ہاشم اور حضرت علیؓ کی طرف سے عبید اللہ بن عمرؓ کے قتل کئے جانے پر اصرار جاری رہا حتیٰ کہ جب حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیایغیوں نے بیعت کی تو پہلی کارروائی یہ ہی کی گئی کہ عبید اللہ بن عمرؓ کو ”دیت“ پر رہا کر دیتے کا حضرت عثمانؓ کا فیصلہ منسوخ کیا گیا اور عبید اللہ بن عمرؓ کو ہرمزان کے قتل کے بدلے قتل کر دیئے کا حکم جاری کیا گیا۔“ (ص ۲۱ تا ص ۲۲)

مؤلف کی نظر میں خلافت عثمانی کا اصل کارنامہ ہی اس سازش کا فرو کرنا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ

”حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی دینی سیاسی اور تاریخی عظمت بجا اور ان کے عظیم ترین کارنامے و فتوحات تسلیم لیکن حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی شہادت کے جس سازش منہ پس منظر میں خلافت کا عہدہ سنبھالا تھا اور اندرونی طور پر حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ حضرت عبید اللہؓ کے قتل کرنے کے اندرونی دباؤ اور مطالبہ سے دوچار ہونا پڑا تھا جس کے مان لینے سے امت مسلمہ فوراً دو ٹکڑوں میں بٹ کر مستقل باہمی تصادم میں مبتلا ہو گئی تھی جیسا کہ واقعہ قتل حسینؓ کے بعد ہو گئی۔“ (ص ۳۷)

یہ ہے "مجلس عثمان غنی" کورنگی کراچی کا پہلا کارنامہ اور بالکل نیا  
اکتشاف کہ امت اسلامی اب تک جو تاریخ پڑھتی تھی وہ سراسر غلط اور  
قطعاً جھوٹ ہے۔ حقیقت واقعہ وہ ہے جو اس "مجلس" کے نمائندے احمد حسین  
کمال کو سوجھی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے لوگوں  
کو تاریخ میں پہلی مرتبہ شہری آزادیاں عطا کیں۔ (ص ۳۱)

ورنہ نعوذ باللہ عہد رسالت اور عہد صدیقی و عہد فاروقی میں تو  
کہیں ڈھونڈے سے بھی شہری آزادیوں کا دور دورہ نہ نہیں چلتا۔

اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر جن لوگوں نے طوفان اٹھایا

تھا اس کے کمر تا دھرتا منافعین مدینہ نہیں بلکہ

خاندان بنی ہاشم کے ایک فرد ابی لبب اور اس کی بیوی

لے عناد و سازش کا جو بیج بویا تھا.... وہ بیج ایک

پودے کی شکل میں مدینہ منورہ پہنچا اور پروان چڑھتا

رہا۔ اس کا پہلا نشانہ... حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنتہا بنائی گئیں اور ان پر مخالفوں اور سازشیوں نے

تہمت عائد کی.... بالآخر یہی سازش تھی جس نے خلافت

کے مسئلہ پر نزاع کھڑا کیا اور افراد بنی ہاشم نے ۶ ماہ تک

حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔" (ص ۳۰ و ۳۱)

سمجھے آپ یہ افراد بنی ہاشم "کہہ کر کس پر چوٹ کی اور اس گھناؤنے

جرم کو کس مقدس ہستی کے دامن پر لگایا۔ تاریخ میں افراد بنی ہاشم میں سے

سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کسی فرد کے بارے میں یہ مذکور نہیں کہ اس نے چھ ماہ تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو اگرچہ ان کے بارے میں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے ہی دن آپ نے مسجد نبوی میں حاضر ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تھی۔ تاہم چونکہ چھ ماہ تک آپ بالکل خانہ نشین رہے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صدمہ سے بڑھال ادبے جان تھیں آپ ہر وقت ان کی تسلی و دلدادہی میں لگے رہتے یا جمع قرآن میں مصروف رہتے تھے اور اپنی ان مصروفیات کی بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشورہ و دل میں شریک نہ ہو سکے تھے اس لئے اس خیال سے کہ کسی کو غلط فہمی نہ ہو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال فرما جانے پر پھر تجدید بیعت فرمائی تھی لیکن مجلس عثمان غنی کا یہ یقین اتنی سی بات کو بڑھا کر اس کو نزاع خلافت کا مسئلہ بناتا ہے۔ اور پھر اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ اس کا سلسلہ افک عائشہؓ سے ملا کر ایک طرف تو یہ چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس کا ڈھنڈا ابولہب اور عائشہ کی بیوی کی اسلام دشمنی اور عناد سے مل جائے۔ (حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ پر طوقان اٹھانے میں خاندان نبوت افراد بنی ہاشم میں سے کسی فرد کا ذرا سا بھی تعلق نہیں یہ سب اس کی من گھڑت ہے) دوسری طرف اسی سازش کا سلسلہ درانداز کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہید کرنے کا الزام بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی



سر ڈالنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ ہیں۔

”بالآخر یہی سازش تھی جس نے خلافت کے مسئلہ پر نزاع کھڑا

کیا اور افراد بنی ہاشم نے ۶ ماہ تک حضرت ابو بکر کے ہاتھ پر

بیعت نہیں کی اسی سازش نے ایران کے مفتوحین کا ایک

گروہ مدینہ میں آباد کیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو شہید کرایا۔“ (ص ۱۲)

حالانکہ مدینہ میں ہرمزان یا اور دوسرے نو مسلموں کے آباد کرنے

میں نہ کسی کی کوئی سازش تھی نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی سازش کے

تحت عمل میں آئی تھی مگر کتابچہ میں یہی تحریر ہے کہ

”اسی سازش نے ایران کے مفتوحین کا ایک گروہ مدینہ

میں آباد کیا اور خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کو شہید کرایا۔ اب جبکہ

نو مسلموں اور عرب قریش اور بنی ہاشم کی نئی نسل جوان ہو گئی

تھی۔ سازش نے پیر پھیلانے پر بے زورے نکالے اور حضرت

عثمان کے خلاف نکل کر سامنے آ گئی۔“ (ص ۳۱)

حالانکہ تاریخ میں اس بات کا سرے سے کہیں وجود ہی نہیں ملتا کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف جو سازش کی گئی تھی اس میں بنی ہاشم

کا کوئی فرد ملوث ہوا ہو۔ مگر مرتب کتابچہ کو اصرار ہے کہ

”مدینہ کے ایک گروہ کی حوصلہ افزائی پاکہ کوفہ، بصرہ اور

مصر وغیرہ سے کئی ہزار افراد بمشتمل شریکین اور باغیوں کا گروہ

آجائیک مدینہ منورہ پہنچ گیا۔... حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا

محاصرہ کر لیا.... مدینہ میں رہنے والے اکابر حضرت علیؑ وغیرہ خاموشی کے ساتھ مدینہ سے باہر نکل گئے یا چپ چاپ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔“  
(ص ۴۲)

”ان سرکشوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے دروازے میں آگ لگا دی، اس وقت حضرت عثمان کے دروازے کے سامنے کھڑے مدینہ کے جو افراد بے بسی کے ساتھ یہ کارروائی دیکھ رہے تھے ان میں حضرت علیؑ کے دونوں صاحبزادے حسن اور حسین اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے محمد بن طلحہؓ اور عبداللہ بن زبیر شامل تھے۔“  
(ص ۶۱)

حالانکہ سب جانتے ہیں کہ مدینہ میں رہنے والے اکابر حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اصلاح حال کی کوششوں میں ذرا کمی نہیں کی۔ وہ برابر اس سلسلہ میں سرگرم ہی رہے اور ان باغیوں کو فتنہ سامانیوں سے باز آنے کی ہر پرہیزگاری کرتے رہے۔ سب سے بڑی عجز و دیہانتی یہ تھی کہ حضرت عثمانؓ کی طرف سے باغیوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی سختی سے مانعیت تھی ایسی صورت حال میں مدینہ کے رہنے والے اکابر زبیرؓ کی ہمتی کے علاوہ اور کیا کرتے۔ تاہم مزید احتیاط کی غرض سے کہ کہیں یہ مظاہرہ۔ مظاہرہ کی حد سے آگے بڑھ کر کوئی ناگوار شکل اختیار نہ کر لے ان حضرات اکابر نے اپنے اپنے تخت جگہ کو بچن کے اسماء گرامی مرتب کے قلم سے بھی نکل گئے ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر متعین کر دیا۔ مظاہرین کی تیر اندازی سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ خون میں نہا گئے۔ محمد بن طلحہ بھی زخمی ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام قنبر کے بھی زخم لگے ان حضرات کی مدافعت کے سبب مظاہرین کو دروازے میں گھسنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ البتہ بعض شرپسند پٹروس کے مکان سے دیوار چھاندا کر اوپر پہنچ گئے اور خلیفہ وقت کو شہید کر ڈالا۔ شور و غل میں جو لوگ دروازہ پر متعین تھے وہ بالا خانہ کی آواز نہ سن سکے جو اوپر جا کر مدد کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب اس سانحہ جانکاہ کا علم ہوا تو آپ مسجد سے نکل کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کی طرف ہی آ رہے تھے۔ آپ نے اس خیر حوث اثر کے سننے ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا۔ خدایا میں عثمان کے خون سے بری ہوں۔ پھر آپ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے تو جو لوگ حفاظت پر مامور تھے ان پر سخت برہمی کا اظہار فرمایا۔ حضرت حسن و حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو مارا محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بھی سخت سرزنش کی کہ تم لوگوں کی موجودگی میں یہ واقعہ کس طرح رونما ہوا۔ ان حضرات نے کہا ہم کیا کر سکتے تھے۔ قاتل دروازے سے نہیں گئے بلکہ مکان کی پشت سے دیوار چھاندا کر اندر داخل ہوئے۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود یہی لکھا جا رہا ہے کہ

"اب جبکہ نو مسلموں اور عرب قریش اور بنی ہاشم کی نئی نسل جوان ہو گئی تھی۔ سازش نے پیر پھیلائے پر پیر بڑے نکالے"

اور حضرت عثمان کے خلاف کھل کر سامنے آ گئی.... خلیفہ کو  
دن دھاڑے.... مدینہ میں.... ہلاک کر ڈالا گیا۔ جبکہ  
مدینہ میں حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیر علیہ السلام  
اور حضرت حنینؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر علیہ السلام  
نوجوان بنی ہاشم موجود تھے!

(ص ۳۱ و ۳۲)

مرتب کا جی چاہتا ہے کہ کسی طرح بھی ہو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے  
خون ناحق کا داغ ان مقدس حضرات کے دامن پر لگ جائے۔ چنانچہ  
اس نے اسی لئے قاتلین عثمان میں محمد بن ابی بکر کا تعارف حضرت ابوبکر صدیق  
رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کی بجائے "حضرت علیؓ کا ایک سوتیلا بیٹا اور  
بہروردہ کہہ کر کر لیا ہے۔ محمد بن ابی بکر کے بارے میں اتنا تو صحیح ہے کہ وہ  
قتل کے ارادہ سے ضرور داخل ہوئے تھے۔ انھوں نے حضرت عثمان  
رضی اللہ عنہ کی دائرہ بھی پکڑی تھی، لیکن حضرت عثمان نے جب ان سے  
فرمایا کہ برادر زادے اگر تمہارے باپ تمہاری اس حرکت کو دیکھتے تو  
انہیں یہ بالکل پسند نہ آتی تو شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ انھوں  
نے دوسرے لوگوں کو بھی قتل سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن اب  
معاملہ قابو سے باہر ہو چکا تھا۔ ظاہر ہے کہ جو بے کمال اس فکر میں ہو کہ

لے حافظ ابن کثیر "البدایہ والنہایہ" میں رقمطراز ہیں۔

اور بیان کیا جاتا ہے کہ محمد بن ابی بکر نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
کان میں پتھروں سے وار کیا وہ آپ کے حلق میں اتر گئے حالانکہ صحیح یہ ہے  
(بقیہ صفحہ ۳۳)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش میں بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شریک ٹھہرائے (چنانچہ اسی غرض سے اس نے عبید اللہ بن عمر کی داستان مزے لے لے کر بیان کی ہے) اس سے کس امر میں سچ بولنے کی توقع کی جاسکتی ہے۔

عبید اللہ بن عمر کا اصل واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابو لؤلؤہ نامی مجوسی نے جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام تھا۔ شہید کر ڈالا تو انھوں نے جوش انتقام سے بے تاب ہو کر قاتل کی کس لڑکی اور ہرمزان کو جو ایک نو مسلم ایرانی تھا اور جفینہ کو جو ایک نصرانی ذمی تھا قتل کر دیا۔ کیونکہ ان دونوں کے بارے میں ان کا یہ خیال تھا کہ یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورہ قتل میں شریک تھے۔ صحابہ ہر چند ان کو منع

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کہ ایسا کسی اور نے کیا تھا۔ محمد بن ابی بکر تو اسی وقت شراب کر واپس لوٹ گئے تھے جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے کہا تھا کہ تم نے اس ڈاڑھی پر ہاتھ ڈالا ہے جس کی تمہارا بے یاب و ناتواں کا کہہ رہے تھے پس اتنا سننا تھا کہ ان پر تیزامت طاری ہو گئی اپنا منہ چھپا کر واپس ہٹ گئے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں آٹے بھی آئے لیکن اس کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ امر ابی پورا ہو کر رہا۔ تقدیر میں یوں ہی لکھا تھا۔

ویروی ان محمد بن ابی بکر طعنه بمشاقص فی اذنه حتی دخن فی حلقه و

الصیحم از الی فعل ذلک غیرہ، وانه استیحی رجم حین قال له عثمان لقد

اخذت بلحیہ کاز الواء یکرمها فندم من ذلک وغطی وجهہ ورجع وعاہنا

حدوثہ فلم یفقد، وکان امر اللہ قد رام قد ورا وکان ذلک فی الکتاب مسطوراً، ۱۸۵ء  
طبع بیروت ۱۹۶۷ء

کہتے رہے لیکن ان کا غصہ ٹھنڈا ہونے لگا۔ کونہ آیا آفر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا۔ انہوں نے بڑی خوشامد سے تلوار ان کے ہاتھ سے لی اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس حرکت پر ان کو سرزنش کی تو ان کے ساتھ بڑی گستاخی سے پیش آئے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ان کو اسی روز حوالات میں بند کر دیا گیا۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سر پر آئے خلافت ہوئے تو آپ نے ان کے بارے میں صحابہ سے مشورہ طلب کیا خود حضرت عثمان اور عام مہاجرین کی رائے یہی تھی کہ ان کو قصاص میں قتل کر دیا جائے۔ بنو ہاشم

لہذا حاکم بن حذافہ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۵۰ طبع بیروت ۱۳۷۷ھ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ عبید اللہ کو حوالات میں بند کر دیا جائے تاکہ آپ کے بعد جو شخص خلیفہ ہو وہ ان کے بارے میں اپنا فیصلہ نافذ کر سکے۔

”قد کان عن قتال امریہ بنہ لیکوفہ الخلیفہ من بعدہ“ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۳۸)  
 لہذا طبقات ابن سعدؓ میں ہے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ نے مہاجرین و انصار کو طلب کر کے فرمایا کہ مجھے اس شخص کے بارے میں جس نے دین میں یہ رشتہ برپا کر دیا ہے مشورہ دیجئے تو سب مہاجرین یک بان ہو کر عبید اللہ کے قتل کو مجھے سلسلہ میں حضرت عثمان کی تائید کرتے لگے۔

فلما استخلف عثمان دعا المهاجرین والانصار فقال اشیدوا علی فی قتل هذا الرجل الذی فتق فی الدین ما فتق ،  
 فانفق المهاجرون علی کلمة واحدة یشایعون عثمان علی قتله  
 (ج ۳ ص ۳۵۶)

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس بات میں کچھ تخصیص نہیں مگر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوشش سے قصاص کی بجائے "دیت" پر معاملہ طے ہو کر قضیہ رفع دفع ہو گیا اور یہ بالکل غلط ہے جو اس کتابچہ میں درج ہے کہ

"جب حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کے ہاتھ پر باغیوں نے بیعت کی تو پہلی کارروائی یہی کی گئی کہ عبید اللہ بن عمر کو دیت پر رہا کر دینے کا حضرت عثمانؓ کا فیصلہ منسوخ کیا گیا اور عبید اللہ بن عمر کو ہرمزان کے قتل کے بدلے قتل کر دینے کا حکم جاری کیا گیا۔ (ص ۲۴)

اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ

حضرت عثمانؓ جب خلیفہ منتخب ہو گئے تو بجائے اس کے کہ مسلمانوں کے عظیم سربراہ اور محمد رسول اللہؐ کے خاص صحابی حضرت عمرؓ کے قتل کی باقاعدہ تحقیق کر کے اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف مکمل کارروائی کا مطالبہ کیا

لے حافظ ابن تیمیہ "منہاج السنہ" میں فرماتے ہیں

کاش مجھے (کہیں سے) یہ پتہ چل جاتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کب عبید اللہ کے قتل کا ارادہ کیا؟ اور کب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عبید اللہ کے قتل پر قابو ملا؟ اور کب ان کو اتنی فرصت ملی کہ وہ عبید اللہ کے معاملہ پر غور کرتے؟

یالیت شعری متی عزم علی قتل عبید اللہ، ومتی تمكن علی من قتل عبید اللہ

ومتی تفرغ حتی ینظر فی امرہ (مکمل ج ۳، طبع بولاق مصر ۱۳۲۲ھ)

جاتا بنو ہاشم اور حضرت علی کی طرف سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ عبید اللہ

بن عمر کو ہرمز ان کے قتل کے بدلہ میں قتل کر دیا جائے۔ (ص ۲۳)

ہرمز ان وغیرہ کے بدلہ میں عبید اللہ بن عمر کے قتل کا مطالبہ بنو ہاشم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے نہیں ہوا بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود مہاجرین و انصار کو بلا کر ان سے مشورہ طلب کیا کہ عبید اللہ کو قصاص میں کیوں نہ قتل کر دیا جائے۔

اور یہ جو لکھا ہے کہ

”بجائے اس کے کہ.... حضرت عمر کے قتل کی باقاعدہ تحقیق کر کے

اس سازش میں ملوث تمام افراد کے خلاف مکمل کارروائی کا مطالبہ

کیا جاتا۔“

(ص ۲۳)

خود اس جھوٹ کی قلمی کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اگر واقعی کوئی سازش تھی اور بالفرض بنو ہاشم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا مطالبہ کیا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو از خود اس کی باقاعدہ تحقیق کرنا چاہیے تھی اور صحابہ کو بھی ان سے یہ مطالبہ کرنا چاہیے تھا کہ اس سازش میں ملوث تمام دوسرے افراد کے خلاف مکمل کارروائی کی جائے۔ بھلا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قتل کی سازش ہو اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی تحقیق نہ کریں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ خود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وقوعہ کے روند ہی اس کی تحقیق کرائی تھی کہ آپ پر حملہ کسی کی سازش کے نتیجے میں نہیں ہوا۔ ”مجلس عثمان غنی“ ص ۱۱۸



نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تحقیقات پر اعتماد ہے اور نہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عدالت کا فیصلہ تسلیم ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کسی مسلمان کا ہاتھ نہیں“ بلکہ فرد جرم خود عبید اللہ بن عمر کے خلاف عائد کی گئی کہ انھوں نے اشتعال میں آکر خون ناحق کا ارتکاب کیا لہذا مقتول کی ”دیت“ ادا کی جاتی ہے یہ ہے اسلام کے قانون انصاف کا تقاضا جو باجماع صحابہ ہوا۔ دنیا میں ایسے انصاف کی مثالیں کم ملیں گی مگر اس ”مجلس“ پر انسو س کہ جس نے اکابر صحابہ کرام پر افتراء پردازی کو اپنا شعار بنا لیا ہے۔

اسی طرح یہ بھی سراسر افتراء اور محض جھوٹ ہے جو ولید بن عقبہ کی طرف منسوب کمر کے نقل کیا ہے کہ

”بنی ہاشم اپنے بھانجے کے خون آلود ہتھیار واپس دید و اس کا مال نہ لوگو یہ تمہیں جائز نہیں ہے“ الخ (ص ۱۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مال و اسباب اور ہتھیار تو بڑی بات ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو تمام باغیوں کے مال و اسباب لوٹنے کو بھی منع فرمایا ہے اور فقہ اسلامی کی تمام کتابوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کے قول و عمل سے اس بارے میں سند لی جاتی ہے کہ باغیوں کے مال و اسباب قطعاً تعرض نہ کیا جائیگا اللہ تعالیٰ مفتہ لوں کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔ آمین

ظاہر ہے کہ جس ”مجلس“ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس درجہ غیظ ہو کہ وہ ہرقسم کی جھوٹی تہمت حضرت ممدوح کے سر منڈھ دینے سے ذرا باک نہ کرے

اس کے نقیب سے یہ توقع رکھنا کہ وہ حضرت موصوف کو خلیفہ برحق مانگا  
محض عبث ہے اسی لئے اس کے الفاظ ہیں۔

”باغی جب حضرت عثمان کو شہید کرنے کے مقصد میں  
کا میاب ہو گئے تو مدینہ میں جتنا فساد وہ کرنا چاہتے تھے  
کر چکے تو.... رب کے رب حضرت علی کے گرد و پیش جمع  
ہو گئے اور ان پر زور دیا کہ وہ اپنی خلافت کے لئے بیعت  
لیں۔ اہل مدینہ کو بھی مجبور کیا کہ وہ حضرت علی کے ہاتھ پر  
بیعت کریں۔“ (ص ۱۰)

لیجئے قصہ ختم حضرت علی رضی اللہ عنہ باغیوں کے بزورِ تلے ہوئے  
خلیفہ اور امام تھے اہل مدینہ نے بھی مجبوراً ان سے بیعت کی۔ اہل سنت و  
اجماع حواہ مخواہ ان کو خلیفہ برحق چانتے ہیں کسی نے خوشی سے ان سے  
بیعت ہی نہیں کی۔ یہ بات اب تیرہ سو پچاس برس کے بعد ”مجلس عثمانی“  
نے اپنی پہلی سچی و کوشش سے ثابت کر دی جو

”حضرات صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کے بارے میں  
پھیلائی جانے والی بدگمانیوں اور غلط بیانیوں کو مؤثر  
طور پر زائل کرنے اور مسلمان امت کی صحیح تاریخ منظر عام  
پر لانے کے لئے قائم کی گئی ہے جس کی پہلی خدمت آپ کے  
سامنے ہے۔“ (ص ۱۲)

اتنا سارا جھوٹ بولنے کے باوجود حقائق کا یہ عالم ہے کہ اس کتابچے کے ماخذ کی تفصیل

بھی دی ہے جو یہ ہے۔

قدیم مآخذ۔ الطبری، السعودی، یعقوبی، ابن خلدون، اخبار الطوال ابوحنیفہ

دینوری، المہتید والبیان فی مقتل الشہید عثمان، ابوبکر محمد بن یحییٰ اشعری

جدید مآخذ۔ دائرۃ المعارف، مقالہ پروفیسر فتنہ بک عظیم، ریاض النضرہ محب طبری،

المحاضرات استاد محمد حفصی بک، عثمان بن عفان محمد رضا مصری۔

لیکن جھوٹ کے پیر کہاں کیا مجال جو کسی ایک جگہ بھی کسی کتاب کا کوئی

حوالہ درج کیا ہو اور کتابوں سے مرتب کی واقفیت کا اندازہ تو اسی ایک بات

سے ہو سکتا ہے کہ وہ محب طبری کی کتاب الریاض النضرہ کو جدید مآخذ میں شمار کرتا ہے

چم دلاور اہل سنت و زوے کہ یکسچ چراغ دارد

اللہ تعالیٰ سارے مسلمانوں کو، اس مجلس کی شرع سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

”مجلس عثمان غنی“ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے

بلے میں جو فساد تیار کر لیا ہے، اس فساد کی ترتیب میں اس کے مرتب جناب

احمد حسین کمال نے اہل کمال یہ دکھایا ہے کہ ان اکابر صحابہ پر تو جن کا شمار امت

کے نزدیک، برگزیدہ ترین ہستیوں میں ہے خوب دل کھول کر طعن و طنز کیا ہے۔

لیکن جس ذات شریف کی اشتعال انگیز حرکات سے یہ واقعہ حزن انگیز وقوع

پدید ہوا، اس کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

”محاصرہ کے چالیسویں دن ان سرکشوں نے حضرت عثمان غنی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کے دروازے میں آگ لگا دی

دروازے میں جوں ہی آگ لگی اور شعلے بلند ہوئے حضرت عثمان

واما داور کاتب مروان تلوار لے کر باہر نکلے تاکہ باغیوں کو آتش فزنی کی کارروائی سے روکیں۔ باغیوں نے مروان پر حملہ کر دیا۔ ابن اثیر نے لگے بڑھ کر مروان کو نشانہ بنانا چاہا لیکن مروان کی تلوار نے اس کا کام تمام کر دیا۔ مروان کافی دیر تک باغیوں سے نبرد آزما رہے لیکن باغیوں نے انھیں دھکیل کر فاطمہ بنت اوس کے مکان میں بند کر دیا۔“ (ص ۶۷)

اس امر کا تو ہمیں بھی اعتراف ہے کہ واقعی مجلس کے مدوح شیر بہادر نے اس روز بہادری خوب دکھائی تھی۔ مگر قدرت کی اس ستم ظریفی کا کیا علاج کہ جناب مروان نے اس روز جتنے زخم کھائے سب سے پہلے ان کی طرف کھینچ کر چٹا پنچہ اس بہادری کے صلہ میں اسی روز سے تاریخ میں جناب کا لقب ”مضروب القفا“ پڑ گیا اور ”خط باطل“ (جھوٹ کا دھاگا) کا خطاب تو پہلے ہی سے حاصل تھا اور کیوں نہ ہو تا جناب نے اپنی ذہانت سے کارروائی ہی ایسی فرمائی تھی کہ جس سے اصلاح کی جی بنائی صورت حال بگڑ کر فوری اشتعال پیدا ہو گیا اور پھر کسی سنبھالنے نہ سنبھل سکا۔ اور آخر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت پر منتج ہوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ ابن کثیر ”البدایہ والنہایہ“ میں رقمطراز ہیں

وہودان کان اکبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کا بڑا سبب مروان ہی تھا کیونکہ الاسباب فی حصار اسی نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے ایک عثمانیات لات سرد علی جعلی خط مصر کو روانہ کیا تھا جس میں یہ حکم تھا کہ اس وفد کو عہد جس کی گزشتہ برصغیر رسید کی گئی ہو۔

لسانہ کتاباً الی مصر قتل کر دیا جائے (جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی  
بقتل اولئک الودد طرف سے محمد بن ابی بکر کی سرکردگی میں مصر کی طرف ان کی  
ج ۲ ص ۲۵۹) گورنری کا پروانہ لے کر جا رہا تھا

اور دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

وکان کاتب الحکمیین یذکر مروان حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشی کا فیصلہ نہیں  
ومنتحہ راسہ جرت قضیۃ تھا آپ کی حویلی کا قضیہ (جس میں آپ کی شہادت واقع ہوئی)  
الدار و بسببہ حمزہ عثمان بن اسی کے داماد تھے۔ اسی کے سبب سے حضرت عثمان بن عفان  
عقاز فیہا، (ج ۲ ص ۲۵۰) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی حویلی میں محصور کیا گیا۔

اور حافظ شمس الدین ذہبی "سیر اعلام النبلاء" میں فرماتے ہیں۔

وکان کاتب ابی حمزہ عثمان والیہ مروان اپنے برادر عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا  
الخاتمہ فحانہ واجلبوا بیبہ کاتب تھا۔ اسی کے پاس آپ کی مہر رہتی تھی۔  
علی عثمان شہ نجا ہو۔ اس نے حضرت مدوح کے ساتھ خیانت کی۔ چنانچہ اس کے  
(ج ۳ ص ۳۱۴) طبع دار المعانی، سبب مخالفین لوگوں کو حضرت عثمانؓ پر جہلہ حالے اور بھی

مصر) یہ خود کچ گیا۔

لفظ "بختن" اب اردو اب میں مقدس ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس لفظ  
کے سنے ہی ذہن ان پانچ مقدس ہستیوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جن کے  
اسماء گرامی کو حضرت ابوسعید الخدری رحمہ اللہ نے جو کبار اولیاء میں سے ہیں اور  
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے پیر طریقت ہیں اس دعا پر قطعہ  
نظم فرما دیا ہے۔

یا رب محمد و علی و زہراء یا رب حسین و حسن آل عبا

از لطف بر آرجاتم در دوسرا بے منت خلق یا علی الاعلیٰ

مگر اس کتابچہ کے مرتب نے محض شیعوں کی ضد میں لفظ ”سینچتن“ کا

استعمال ان پانچ افراد کے لئے کیا ہے جنہیں وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ

عنه کا قاتل بتاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱) اور پھر ان ”سینچتن“ کے زمرہ میں

اس نے حضرت عمرو بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنه کا بھی نام لیا ہے۔ جو آنحضرت صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشہور صحابی ہیں۔ چنانچہ اس کتابچہ کے الفاظ ہیں۔

”اس محمد بن ابی بکر کا تیسرا ساتھی عمرو بن حق حضرت عثمان کے

سینہ پر چڑھ کر بیٹھ گیا، اور آپ کے سینہ پر خنجر کے نوچہ کے ٹکڑے

حضرت عمرو بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنه کا تذکرہ ان تمام کتابوں میں مذکور ہے

جو صحابہ کے حالات میں مدون ہوئی ہیں۔ مسند امام احمد بن حنبل، سنن نسائی،

سنن ابن ماجہ اور حدیث کی دوسری کتابوں میں ان کی وہ روایتیں موجود ہیں

جو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی تھیں۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے

پہلے مشرف باسلام ہوئے تھے اور صلح حدیبیہ کے بعد انھوں نے ہجرت کی تھی۔

علماء محققین نے تصریح کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون ناحق میں کسی

صحابی کی شرکت ثابت نہیں چنانچہ علامہ عبد العلیٰ بحر العلوم فرمائی محلی ”فوائح الرحمت

شرح مسلم الثبوت“ میں رقمطراز ہیں۔

أعلم أن قتل امیر المؤمنین عثمان | معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت امیر المؤمنین

رضی اللہ تعالیٰ عنہ من اکبر الکبائر | عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل بہت بڑے کبیرہ

فانه امام حق، وقد اخبر رسول الله  
صلى الله عليه وعلى آله واصحابه وسلم  
بأنه يقتل مظلوماً، وقد اتفقوا  
في طاعة الله تعالى ورسوله صلى الله  
وآله واصحابه وسلم، ولحميد خالدين  
الصحابه رضوان الله عليهم في قتل  
رضوان الله عنه ولحميد رضي به احد منهم  
ايضاً بل جماعة من الفساق اجتمعوا  
كأهل مصر، وفعلوا ما فعلوا، وانكر  
الصحابه كلهم كما ورد في الاخبار  
الصالحه، قالوا اخلون في القتل  
او الرضون به فاسقون البتة  
لكن لو يكن فيهم واحد من الصحابة  
كما صرح به غيره واحد من اهل  
الحديث (ص ۲۴) طبع نوكتشور كهنه ۱۳۲۰

گناہوں میں سے ہے۔ کیونکہ آپ خلیفہ  
برحق تھے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وآلہ واصحابہ وسلم نے پہلے ہی یہ خبر دیدی  
تھی کہ یہ مظلوم قتل کئے جائیں گے۔ حضرت  
عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ساری زندگی  
حق تعالیٰ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کی طاعت میں بسر کی صحابہ  
کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے  
کوئی ایک شخص بھی نہ تو ان کے قتل میں شریک تھا۔ اور نہ  
ان کے قتل ہو جانے پر برا بھلا کہتا تھا۔ بلکہ فاسقوں کی  
ایک ٹولی نے چوروں کی طرح اکٹھا ہوا کہ جو  
کرنا تھا کر ڈالا۔ یہ صحابہ نے جیسا کہ صحیح روایت  
میں آتا ہے اس فعل شنیع پر نیکیری پس جو لوگ  
بھی آپ کے قتل میں شریک ہوئے اس پر انہی ہونے  
وہ سب یقیناً فاسق ہیں، لیکن زیادہ ہے۔

ان قاتلوں میں جیسا کہ بہت سے محدثین نے تصریح کی یہ صحابہ ہیں سے کوئی ایک نہ بھی شریک تھا۔  
اس کتابچے کے صفحہ دوم پر یہ دو شعر بھی مرقوم ہیں۔

چوں محافظ مصحف خدا است غنی دین است غنی و دین پناہ است غنی  
سرداو ند او دست در دست یهود حقا کہ بنائے لاله است غنی  
چونکہ شیعہ حضرات اپنی مجالس میں اکثر یہ دو شعر پڑھا کرتے ہیں۔

شاہ است حسین! بادشاہ است حسین دین است حسین دین پناہ است حسین  
 سرداد و نداد دست در دست یزید حقا کہ بنائے لا الہ است حسین  
 اس لئے مجلس "عثمان غنی" نے بھی شیعوں کے مقابلہ میں یہ تک بندی کی ہے  
 جو سراسر جذباتی ہے۔ ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے اگر "بنار لا الہ"  
 حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہو سکتے ہیں تو پھر حضرت حسین رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ کیوں نہیں ہو سکتے؟ آخر مجلس عثمان غنی کے اس ادعا  
 اور شیعوں کے اس ادعا میں اصولاً فرق کیسا ہے؟ اور اگر شیعوں نے  
 اس بارے میں غلو سے کام لیا ہے تو "مجلس عثمان غنی" غلو سے کب خالی رہی؟  
 پھر یہ امر بتی قابل غور ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی  
 منقبت میں یہ کہنا کہ

سرداد و نداد دست در دست یہود

کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ جب کہ مرتب رسالہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کے خلاف جو شور و شہس برپا ہوئی اس میں حضرت علی رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ اور بنو ہاشم کو ملوث قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اس کے "شہادت  
 عثمان غنی پر مدح دالم کے جذبات" کے زیر عنوان مختلف مراشی کا جو  
 ترجمہ نقل کیا ہے اس میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی  
 کی زبان سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

"کاش کوئی پرندہ بھی مجھے یہ خبر دیتا کہ یہ عثمان و علی کا

کیا تفتہ رونما ہو گیا"

لہ حاشیہ صفحہ ۲۸ پر ملاحظہ ہو۔



گو یا مرتب کتابچہ کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی باہمی نزاع کا نتیجہ تھا اسی طرح ولید بن عقبہ کی زبانی یہ نقل کیا ہے کہ

”اے بنو ہاشم اپنے بھانجے (عثمان) کے ہتھیار واپس کر دو، اس کا مال نہ لو، یہ تمہیں جائز نہیں ہے، بنی ہاشم قیادت کے معاملہ میں جلدی نہ کرو، عثمان کے قاتل اور اس کا مال لوٹنے والے یکساں مجرم ہیں“ (ص ۱۵)

معلوم ہوا مرتب کے نزدیک حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مال اور ہتھیار لوٹنے والے سب بنو ہاشم تھے اور وہی قیادت کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جھگڑ رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ بنو ہاشم کے سربراہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے۔ نیز مرتب نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ نائلہ کا وہ خط بھی نقل کیا ہے جو انھوں نے جناب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام لکھا تھا اور جس میں یہ تصریح تھی کہ

”اہل مصر کی قیادت محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر کر رہے تھے“ (م)

اب مجلس عثمان غنیؓ یہ بتلائے کہ اس کے خیال میں محمد بن ابی بکر حضرت

(حاشیہ متعلقہ صفحہ گذشتہ) ملہ حالانکہ جس شعر کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے وہ سراسر الحاقی ہے جس کو اہل شام نے محض حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بدنام کرنے کی غرض سے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اس مرثیہ میں شامل کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو اس الغابہ از حافظ ابن الاثیر جریدہ ری ترجمہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بنی ہاشم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کیا نفوذ باللہ یسب کے سب یہودی تھے؟ جو یہ کہا جا رہا ہے کہ

مرد اور دند اور دست در دست یہود

اگر یہ سب حضرات "مجلس عثمان غنی" کے خیال میں یہودی تھے تو پھر یہ بتایا  
جائے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جہاد کیوں نہ کیا؟ کیا  
اسلام میں یہود سے جہاد کی ممانعت ہے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
تو باوجود اپنے ہمراہیوں کی قلیل تعداد ہونے کے بڑی لشکر سے جہاد کیا  
تھا جو اگر کافر تھے تو ظالم ضرور تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
باوجود بااقتدار خلیفہ ہونے کے "مجلس عثمان غنی" کے معروفہ یہودیوں  
کے خلاف جو اب یہودی نہیں بلکہ (العیاذ باللہ) مرتد ہو چکے تھے۔ کیوں  
جہاد نہ کیا! آخر مجلس مذکور گمراہی میں اس حد تک کیوں آگے بڑھ گئی؟  
کیا شیعوں کا انتقام حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان کے خاندان اور متعلقین  
واصحاب سے بھی لینا ضروری ہے۔ نعوذ باللہ من الضلال والاضلال۔

زیر نظر کتابچہ "حضرت عثمان غنی کی شہادت کیوں اور کیسے؟"

"مجلس عثمان غنی" کو ایسا پسند آیا اور مرغوب خاطر ہوا کہ جلد ہی مجلس  
اس کی تلخیص بھی "شہادت عثمان غنی" کے نام سے شائع کی، جو "افرشیار  
پرنٹنگ پریس کراچی" میں طبع ہوئی ہے اور چھوٹی تقطیع کے سولہ صفحات  
پر مشتمل ہے مگر اب کی بار اتنی ہوشیاری کا ثبوت دیا ہے کہ تلخیص کرتے  
وقت یہ کوشش کی ہے کہ امتداد جھوٹ بولا جائے جس کو لوگ آسانی سے

باور کر سکیں۔ اور ایسے کھلم کھلا جھوٹ اور بہتان سے احتراز کیا جائے جس کو صحیح ماننے پر کسی پھلے مانس کا ضمیر تیار نہ ہو۔ اس تلخیص اور اصل میں بس فرق ہے تو اتنا ہی ہے۔ اصل کی طرح ”تلخیص“ میں بھی ان ہی مآخذ کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جن کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اصل میں

”حضرت عثمان کی بیعت خلافت کی تاریخ نومبر ۳۵ھ مطابقت

ذی الحجہ ۲۳، ہجری دو شنبہ کے دن“ (ص ۲۱)

لکھی ہے مگر ”تلخیص“ کے سرورق پر تاریخ ”آغاز خلافت ۳۵ھ محرم ۳۵ھ مرقوم ہے۔ دونوں تاریخوں میں جو کھلا تضاد ہے اس کا علاج غالباً ڈاکٹر صاحب کے ذہن رسائیں ہوگا۔

یہ ہے ”مجلس عثمان غنی“ کی پہلی کوشش کا جائزہ جس کا اشتہار ”داستان کربلا“ کے ص ۲ پر ان الفاظ میں دیا گیا ہے۔

مجلس حضرت عثمان غنی کی اولین پیش کش

شہادت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

تالیف ڈاکٹر احمد حسین کمال

”تاریخ اسلام کے اس المناک سانحہ سید الشہداء امام مظلوم داماد رسول خلیفہ المبین

سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس درد انگیز اور

سازشہ شہادت پر ایک محققانہ مقالہ جس کے نتیجہ میں امت مسلمہ

کا اتحاد و اتفاق گم ہو کر رہ گیا۔ جس کے قصاص میں غفلت برتنے

پر برسوں خلافت کا نظام قائم رہا۔“

”سید الشہد“ اور ”امام مظلوم“ کے الفاظ شیعوں سے لئے گئے ہیں، حدیث میں ”سید الشہداء“ کے الفاظ حضرت مزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں وارد ہوئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم تھے اور جنگ احزاب میں شہید ہوئے۔ اس اشتہار سے بھی یہ بات واضح ہوئی کہ ”مجلس عثمان غنی“ کے عقیدے کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منصب خلافت پر ہی فائز نہ تھے کیونکہ

”حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص میں غفلت برتنے پر بیرون خلافت کا نظام درہم برہم رہا“

یہ اس مجلس کی پہلی کوشش ہے کہ جس سے آپ امراء و گانگے میں کہ یہ کیسی خطرناک کوشش ہے جو عام مسلمانوں کے ذہن کو صحابہ کرام و انوار اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف سے بدظن کرنے کے لئے کی جا رہی ہے اور پھر صحابہ ہی کے نام پر کی جا رہی ہے اور سنی بن کر کی جا رہی ہے۔ ہر درمند حساس مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس خریب کا پردہ چاک کرے۔ دینی جراند اور مجلات کے مدیروں اور دیگر اہل سنت ارباب قلم کو بھی اس طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ اور قبل اس کے کہ یہ فتنہ عوام میں جڑ پکڑ کر برگ و بار لائے اس کا قلع قمع ہونا چاہیئے۔

اصل میں بات یہ ہے کہ بعض نادان مسلمان ردوافض کے سبب شتم اور تیرابازی سے تنگ آکر جو ابان ہی کی روش اختیار کرنا چاہتے ہیں، ردوافض اگر حضرات خلفاء ثلاثہ ابوبکر و عمر و عثمان و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن کرتے ہیں اور ان کی تحقیر و توہین میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے

توان کا بھی جی چاہتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر طعن کیا جائے  
حضرات حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تحقیر کی جائے اور جن صحابہ کرام رضی  
اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ رہ کر باغیوں سے  
جہاد کیا ہے ان پر کیمچڑا چھالی جائے۔ اب ظاہر ہے کہ تاریخ اسلام تو  
ان حضرات صحابہ کرام کے محاسن سے بھری ہوئی ہے پھر ان کے مطاعن  
و مثالب کہاں سے لائے جائیں سو اس کے لئے ان نادانوں نے اپنے  
پیش رو روافض کی تقلید میں جھوٹ پر کمر باندھی ہے، روافض حضرات  
خلفاء ثلاثہ اور عام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر افتراء کرتے ہیں، یہ  
نہ اصب حضرت علی، حضرات حسین اور ان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم  
پر جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے طرح طرح کے بہتان باندھتے ہیں  
تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ جس طرح وہ روافض سے کنارہ کش رہتے ہیں اور  
صحابہ کرام کے بارے میں ان کی ایک نہیں سنتے اسی طرح ان نو اصب  
کی بھی کسی خرافات پر ردھیان نہ دیں۔ صحابہ کرام کی تنقیص اور تحقیر کا جہاں  
کے تعلق ہے اس بارے میں نو اصب اور روافض دونوں کا ایک ہی حکم ہے  
دونوں سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ عام مسلمانوں کو برا بھلا کہنا  
اور ان کی تحقیر کرنا درست نہیں تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب  
اور آپ کے جاں نثاروں اور اہل خاندان پر زبان درازی کتنی بری بات ہے  
ان بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنا سراسر فسق اور بیعت بڑا گناہ ہے اللہ تعالیٰ  
سب مسلمانوں کو اس گناہ سے بچائے اور ان حضرات کی محبت اور عظمت

ہمارے دلوں میں پیدا فرمائے آمین۔

"مجلس عثمان غنی" کی اس کوشش کو غور سے دیکھا جائے تو حقیقت میں یہ رفض ہی کی تائید ہے کیونکہ رافضی بھی تو یہی کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرات خلفاء ثلاثہ کے مخالف تھے۔ انہوں نے ان تینوں میں سے کسی سے بھی اپنی خوشی سے بیعت نہیں کی۔ دل سے ہمیشہ ان کے مخالف ہی رہے۔ اور ان تینوں کی خلافت کی بیخ کنی میں مصروف رہے۔ روافض چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ بلا فصل معصوم اور مفرغ من الطاعت مانتے ہیں اس لئے وہ حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نعوذ باللہ غاصب اور منافق سمجھتے ہیں۔

مگر حیفؔ مجلس عثمانؓ پر کہ اس نے بھی اس کتابچے کے ذریعہ ہی ثابت کیا ہے کہ یہاں واقعی جو کچھ وہ کہتے ہیں سچ بات ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو نعوذ باللہ تعالیٰ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر جو تہمت لگائی گئی اس کی سادش میں شریک تھے۔ اسی سازش کے نتیجہ میں آپؐ نے چھ ماہ تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کی، اسی سازش نے ایران کے مقتوحین کا ایک گروہ پیش میں آباد کیا اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا یا یہی سازش تھی جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف عمل کر سامنے آگئی اور آپ کو شہر مدینہ میں ہلاک کر ڈالا گیا۔ اب خود ہی سوچئے کہ کوئی رافضی بھی اس کے زیادہ اور کیا کہے گا۔ فرق پس اتنا ہے کہ روافض اپنے زعم باطل کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مخالفت کی بنا پر حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر کے درپے ہیں اور "مجلس عثمان غنی" اپنے افراتفر کے مطابق اس مزعومہ سازش کا

ڈانڈ ابوہب اور اس کی بیوی کی اسلام دشمنی اور عناد سے ملا کر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس سازش میں شریک قرار دیکر نعوذ باللہ آپ کو اسلام سے خارج قرار دینا چاہتی ہے۔ پھر اس خرافات کا نام جو سرا سر من گھڑت اور جھوٹ ہے۔ بجائے تبلیغ تحقیقات رکھ دیا کیا دنیا میں اس سے زیادہ ظلم اور بے حیائی کی اور کوئی مثال ہو سکتی ہے۔ یہ محققانہ مقالہ نہیں جھوٹا افسانہ ہے۔ موجودہ دور کے ملحدوں، کمونسٹوں اور منکرینِ حدیث نے اپنی پوری توانائیاں اس امر پر صرف کر رکھی ہیں کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو ان کے عقائد سے برگشتہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں ان کا پہلا اقدام یہی ہوتا ہے کہ اسلامی تاریخ پر ہاتھ صاف کیا جائے اور مسلمانوں کا اعتماد اس پر سے اٹھایا جائے۔ تاریخ اسلام میں جو محبوب شخصیتیں ہیں ان کو مجروح کیا جائے ان کے کردار میں طرح طرح کے کیڑے نکالے جائیں اور جو شخصیتیں نفرت کا نشان رہی ہیں ان کی عظمت جھٹائی جائے۔ ان کی خوبیاں گنتائی جائیں۔ اسی غرض سے یہ لوگ مروان اور یزید کے دیوانے ہیں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کی عیب بینی کرتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرا اقدام حدیث و سیرت پر بے اعتمادی کا اظہار ہے۔ اور پھر قرآن پاک کی من مانی تاویلیں کر کے دین متین کو مسخ کرنا ہے۔ یہ سب اقدامات بتدریج کئے جاتے ہیں اور اس طرح کئے جاتے ہیں کہ عام آدمی کا ذہن قوری طور پر اس سازش کی طرف منتقل نہیں ہوتا اور وہ شروع میں اس کو ایک اصلاحی اور تحقیقی کام سمجھنے لگتا ہے۔ حالانکہ درحقیقت یہ ایک بہت بڑے فتنہ کی بنیاد ہوتی ہے جو بالآخر الحاد اور کفر دینی

پر جا کر ختم ہوتی ہے۔ تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس ناپاک کوشش کو شروع ہی میں ناکام بنا دیں تاکہ اس کے برے اثرات سادہ لوح عوام کے ذہنوں پر مرتب نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان لمحدوں اور دہرے بافوں کے شر سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھے آمین یا رب العالمین۔

مجلس کے شائع کردہ اس کتابچہ پر دوبارہ غور کیجئے۔ اول سے آخر تک پڑھ جائیے اور دیکھئے کہ کیا اس میں کہیں بھی کسی صحابی کے بارے میں پھیلائی جانے والی کسی بدگمانی اور غلط بیانی کو زائل کرنے کی کوئی ادنیٰ سی بھی کوشش کی گئی یا اس غلط ادعا کے برخلاف اس کتابچہ میں امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جو خلقاً و ملائکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد اٹل سنت کے نزدیک امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے افضل ترین فرد ہیں۔ الزام تراشی کی گئی ہے۔ اور حضرت زبیر و حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیرون کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے یعنی ان دس حضرات میں جن کو جیتے جی زبان رسالت سے جلتی ہوئے کامرودہ ملا تھا۔ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما پر جو انان جنّت کے سردار ہیں اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محمد بن طلحہ رحمہ اللہ پر طعن و طنز ہے۔ اور اس کے بعد سوچئے کہ یہ مجلس ان حضرات پر طعن و تشنیع کے ذریعہ اسلام کی کون سی قدیم انجام دینا چاہتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ نے ”تفہیمات الہیہ“ میں عقائد اہل النبوۃ والجماعہ پر ایک چھوٹا سا رسالہ قلمبند فرمایا ہے جس میں



حضرات صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں اہل حق جو عقیدہ رکھتے ہیں اس کی تفصیل ان الفاظ میں سپرد قلم فرمائی ہے

ونشهد بالجنة والخير

للعشرة المبشرة، وناطمة

وخذيجمة وعائشة والحسن

والحسين رضي الله عنهم

ونوترهم ونعترف

بعظم محملهم في الاسلام

وكن لا اهل بدار

اهل بيعة الرضوان

وابوبكر الصديق امام

حق بعد رسول الله

صلوات الله عليه وسلم

عمر ثم عثمان ثم علي رضي الله عنهم

خدیجہ حضرت عائشہ حضرت حسن حضرت حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہم ان سب حضرات کے حق میں ان کے حق اور

برگزیدہ ہونے کی شہادت دیتے ہیں، ان کی توفیق کرتے

ہیں اور اسلام میں جو ان حضرات کا بڑا درجہ ہے اس کا

اعتراف کرتے ہیں اور اسی طرح سے ان حضرات

کے بارے میں بھی کہ جو غزوہ بدر اور معیت رضوان میں

شریک ہوئے۔

اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق

حضرت ابوبکر صدیق تھے پھر حضرت عمر پھر حضرت

عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم پھر خلافت

نبوت کی مدت پوری ہو گئی اور اس کے بعد

۱۵ ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں (۱) ابوبکر صدیق (۲) عمر فاروق (۳) عثمان ذی النورین

(۴) علی مرتضیٰ (۵) ابوعبیدہ بن الجراح (۶) عبدالرحمن بن عوف (۷) طلحہ بن عبید اللہ (۸) زبیر بن العوام

(۹) سعد بن ابی وقاص (۱۰) سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کسی فارسی شاعر نے حسب ذیل قطع

میں ان حضرات کے اسماء گرامی کو نظم کر دیا ہے۔

ابوبکر و عمر عثمان و علی

طلحہ سمیت و زبیر و عبد الرحمن

وہ یار ہشتی اند قطعی

سعدت و سعید و ابوعبیدہ

ثم تمت الخلافة وبعدها ملك  
عضوض وابوبکر فوافقه الله عتہ  
اقضال لنا من بعد رسول الله  
صلی الله علیہ وسلم ثم عمر...  
ونكف الستاعن ذكر الصحابة  
الایخیو و هو ائمتنا و قادتنا  
فی الدین و سبهم حرام و  
تعظیمهم واجب (ج۔ افسانہ)  
طبع بخیر و رشیدہ شامہ کوہہ مجلس علمی ڈاھیل،  
کاٹ کھلانے والی بادشاہی کا دور شروع ہوا۔ اور  
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے بعد اس امت میں سب سے افضل ہیں، اور پھر آپ کے  
بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ  
تعالیٰ عنہم کے بارے میں بجز ان کے ذکر خیر کے  
ہم اپنی زبانیں بند رکھیں گے۔ وہ دین میں ہمارے  
پیشوا اور مقتدا ہیں۔ ان کو برا کہنا حرام ہے اور ان کی  
تعظیم کرنا واجب ہے

اللہ تعالیٰ ان تمام ملحدوں اور دروغ بافوں کے شر سے کیونکر بچا دے  
گرام رضوان اللہ علیہم کے بارے میں مسلمانوں کے ذہن کو مسموم کرنا چاہتا ہے  
ہیں ساری امت محمدیہ کو بچائے آمین یا رب العالمین۔ وصلى الله تعالى  
على سيد المرسلين سيدنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين

محترمہ صفیہ الرشید نعمانی  
۵ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

# شہداء کربلا پر افترا

شہادتِ حسینؑ کے بارے میں  
ایک خود ساختہ داستان کا علمی جائزہ

از

مولانا محمد عبدالرشید نعمانی مدظلہ

ڈاکٹر

ڈاکٹر محمد عبدالرحمن مختصر

مؤسس و مدیر

التحقیق و تبیین

لے ۷/۷، مظفر پورٹ آفس، لیاقت آباد  
کراچی ۷۹۰۰



الحمد لله رب العالمين، والعاقبة للمتقين، ولا عدوان الا على  
الظالمين، والصلوة والسلام على سيدنا محمد الصادق الامين  
وعلى آله وصحبه اجمعين الى يوم الدين - اما بعد :-

**نواصب کون ہیں** "نواصب" "ناصبیہ" اور "اہل نصب"

تاریخ میں ان لوگوں کا لقب ہے جنہوں نے حضرت علی  
کرم اللہ وجہہ اور ان کی آل و اصحاب کے خلاف بغض و عداوت کا علم بلند کر رکھا  
تھا چنانچہ علامہ زحشری "اساس البلاغہ" میں لکھتے ہیں۔

و ناصبت لفلان، عادیتہ نصباً  
ومنہ الناصبیۃ والنواصب  
ماہل النصب الدین ینصبون لعلی  
کرم اللہ وجہہ  
نَاَصَبْتُ لِفُلَانٍ کَے معنی آتے ہیں میں نے  
اس سے عداوت کھڑی کی، چنانچہ جو لوگ  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عداوت  
رکھتے ہیں ان کو اسی بنا پر "ناصبیہ" "نواصب"  
اور "اہل نصب" کہتے ہیں۔

جس طرح روافض کا مذہب حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے  
تبری و بیزاری اور ان کو طرح طرح کے مطاعن سے ملعون کرنا ہے۔ بعینہی ہی طریقہ  
نواصب کا خلیفہ رابع حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے۔

## لواصب کا خاتمہ | مشرق میں جب بنی عباس کے ہاتھوں بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہوا اور ان کا آخری حکمران مروان المہار قتل

ہو گیا، تو اس کے قتل کے ساتھ ہی اس فرقہ لواصب کا بھی جس کو ”شیعہ مروانیہ“ و ”شیعہ امویہ“ اور ”شیعہ عثمانیہ“ بھی کہا جاتا ہے خاتمہ ہو گیا۔ اور پھر دنیا ان کے ناپاک وجود سے جلد ہی پاک ہو گئی، چنانچہ علامہ تقی الدین احمد بن علی المعروف بالمقرئ بنی اپنی مشہور و معروف کتاب ”الخط والاثار فی مصر والقاهرة والنیل وما یتعلق بہا من الابرار“ میں لکھتے ہیں۔

جب مروان المہار بنی امیہ کا آخری تاجدار قتل ہو گیا اور بنی امیہ کے ایام حکمرانی بنی عباس کے ہاتھوں ۳۲ ہجری میں ختم ہو گئے تو اصحاب مذہب مروانی کی چنگاری بھی بجھ گئی، یہ وہ لوگ تھے جو حضرت علی کو م اللہ تعالیٰ وجہ پر ہٹا اور سب و شتم کیا کرتے تھے اور جب بنی عباس کا ظہور ہوا ان کی یہ حالت ہو گئی کہ اپنے قتل سے خائف رہنے لگے اور ڈرتے رہتے کہ کہیں کسی کو ان کی اطلاع نہ ہو جائے، ہاں ایک چھوٹی سی جماعت جو ”وامات“، مصر کے بالائی مغربی علاقہ وغیرہ کے اطراف میں تھی، وہ ایک مدت تک مروانی مذہب پر جمی رہی۔

فلما قتل مروان وانقضت ایام بنی امیہ بنی العباس فی سنة ثلاث وثلاثین ومائة خمدت جمة اصحاب المذہب المروانی وہو الذین کافوا یسلبون علی بن ابی طالب ویترؤن منه، وصاروا منذ ظہر بنو العباس یخافون القتل ویخشون أن یطلع علیہم احد الا طائفة کانت بناحیة الواحات وغیرہا، فانہم اقاموا علی مذہب المروانیۃ دہراً حتی فنوا ولم یبق لہم الا ان یدار مصر وجود البتۃ۔

(رج ۷ ص ۳۸، ۳۹ شرح لؤلؤ فی مصر ۱۳۳ھ)

بالآخر وہ بھی فنا ہو گئی اور اب دیوار مصر  
میں ان کا سرے سے کوئی وجود ہی باقی  
ہے۔

اور برصغیر ہند و پاک تو ان کے وجود  
نامنہود سے شروع ہی سے پاک پلا

## برصغیر میں ناصیبت کی تحریک

آتا تھا، تا آنکہ حال میں محمود احمد عباسی امرہ ہوئی، "خلافت معاویہ و یزید" لکھ کر  
اس فتنہ کو نئے سرے سے ہوا دی اور اس کے مہر جانے کے بعد کمیونسٹوں اور منکرین  
حدیث نے موقع سے فائدہ اٹھا کر عباسی کے تبعین کی پٹیٹھو کی اور ان کو "ناصبیت"  
کے شی کو فروغ دینے پر لگا دیا، چنانچہ اب مختلف ناموں سے انہیں قائم ہو گئی ہیں جن  
کا کام ہی اہل سنت کو ماوا اعتدال سے ہٹانا ہے، اسی سلسلہ کی ایک ابھن "مجلس  
حضرت عثمان غنی" کراچی ہے جس کے شائع کردہ پہلے کتابچہ پر مکمل تنقید "ناصبی سازش"  
کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ اور اب یہ اس مجلس کے شائع کردہ دوسرے کتابچہ کا  
مختصر سا جائزہ ہے۔

یہ کتابچہ بھی چھوٹی تعظیم پتہ صفات کا ہے جس کا نام ہے "داستان کربلا  
حقائق کے آئینہ" اس کے مرتب بھی وہی "احمد حسین کمال" دسی ۱۳۵۵ء کو رنگی  
کراچی ۳۱) ہیں، یہ سلسلہ مطبوعات "مجلس حضرت عثمان غنی" کی دوسری کڑی ہے۔

مجلس عثمان غنی کا تعارف اور پروگرام  
لیکن جائزہ لینے سے پہلے مجلس کا  
تعارف اور پروگرام پڑھیے جو ان

اب اس کا نام بدل کر "اکابر صحابہ پر بہتان" کر دیا گیا ہے

### الغاذیین پیش کیا گیا ہے۔

”مجلس حضرت عثمان غنی“ دماصل تطبیخ تاریخ اور تصفیہ اذہان کی اسس تحریک کا نام ہے جس کے پیش نظر ان حضرات صحابہ کرام کے متعلق اغیار و اشراء کے نامبارک ہاتھوں مرتب کردہ تاریخی اکاذیب و اباطیل کی اصلاح اور چھان بینک ہے۔ جنہوں نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور آپ کے انقلابی پروگرام کو اچھی طرح سوچ سمجھ کر قبول کیا اور پھر حق، من، دھن کی بازی لگا کر اطرافِ عالم میں اسے پھیلایا..... لیکن چونکہ اولین اہل قلم.....

عموماً انہی عجمی اقوام میں سے بھڑے ہیں، جن کی شوکت و حکومت..... ان ہی مقدس صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں..... پیوند خاک ہوئیں، بنائیں، انہوں نے اپنے

کھروندہ قدم اور جذبہ انتقام کو نفاق کی خوشنما چادر میں چھپا کر عہد اول کی تاریخ کو اس طرح مسخ کیا کہ ان اکابر صحابہ اور عین امت کے حسین کردار اور حقیقی عہد و حال پر مضمرات و کمزرات کی گہری تہیں چھائی گئیں..... تاریخ

کا یہی وہ اہم گہر جی پیچیدہ موضوع ہے جسے انہیں تاریخی اساطیر سے ڈھونڈ، ڈھونڈ کر حق و انصاف، روایت و درایت کے جملہ حقوق کی رعایت رکھتے ہوئے مرتب کرنا اور مسلمان قوم کو اس پر غور و فکر اور پھر قبول کی دعوت دینا۔ ”مجلس حضرت عثمان غنی“ کے پیش نظر ہے.....

جو اسلام کی تاریخ کو حقیقی اور صحیح روپ میں دیکھنے کے خواہاں ہیں اور اسلام کا سچا دور رکھتے ہیں ”مجلس حضرت عثمان غنی“ کی اس کوشش کو کامیاب بنائیں اور عداقت کے علمبردارین کو دنیا و آخرت میں اپنا مقام بلند کریں۔ (داستان کربلا ص ۲۰ و ۲۱)

”مجلس حضرت عثمان غنی“ نے تطبیخ تاریخ اور تصفیہ اذہان کی جو مجسم چلائی ہے

اس کا ایک نمونہ تو اکابر صحابہ پر بہتان میں گزرا، اب تاریخی اساطیر سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر مجلس نے جس طرح اسلام کی تاریخ کو حقیقی اور صحیح روپ میں پیش کیا یا درحقیقت اسے مسخ کیا ہے اس پر نظر ڈالیے !

اس کتابچہ کا نام ”داستانِ کربلا“ حقیقت میں اسمِ ہاشمی ہے عربوں کے انہوں کی طرح ایک سچ میں سو جھوٹ کا گریہ داستانِ تیار کی گئی ہے۔ اردو ادب کے سب سے طویل افسانے ”داستانِ امیر حمزہ“ کی طویل و عریض اور ضخیم جلدیں اگر کسی کی نظر سے گزری ہیں اور اس نے نوشیروان نامہ، ہر قمر نامہ، کوچک نامہ، باختر نامہ، باختر نامہ، امیر نامہ، طلسم ہوش ربا، بقیہ طلسم ہوش ربا، صندلی نامہ، تورنج نامہ، لعلِ ناصہ، طلسم خیالِ سکندری، طلسم نوینِ حمیدی، طلسم زعفرانی زارِ سیلانی وغیرہ کا مطالعہ کیا ہے تو اس کے سامنے یہ حقیقت عیاں ہوگی کہ اس طویل داستان میں اتنا تو سچ ہے کہ اس افسانے کے ہیرو ذامیر حمزہ، عمر دہشتِ امیہ ضمری، مددِ کربت، مالکِ اشتر، اندرشد ابنِ صدان، نوشیروان، ہند چہر، افراشیاب، زمر شاہ باختری وغیرہ کا تاریخی وجود تو بے شک تھا اور ان نامہ دگان میں سے سابق چار افراد عرب سے تعلق رکھتے تھے اور بقیہ کچھ پانچ عجم سے، لیکن ”داستانِ امیر حمزہ“ پڑھنے والوں میں شاید ہی کوئی ایک آدمہ حقیقی ایسا ہو جو اس داستان کو صحیح سمجھتا ہو اور اس جھوٹ کو سچ ہاورکتا ہو، خود لکھنؤ کے شیعہ داستان گو، محمد حسین جاہ اور صدق حسین قمر نے بھی جن کے قلم سے ”داستانِ امیر حمزہ صاحبِ قرآن“ کی طویل و ضخیم جلدیں نکلی ہیں، کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ”داستانِ امیر حمزہ صاحبِ قرآن“ کی کوئی تاریخی حیثیت بھی ہے،

مگر آخر یہی ہے ”مجلسِ عثمانِ مخفی“ کے ارکان اور اس مجلس کے ہیرو احمد حسین کمال پر جنہوں نے اپنے جی سے گڑھ کر ”داستانِ کربلا“ لکھی اور اس پر بعد طعرات یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ یہ دروغ بلکہ فروغ ایک تاریخی حقیقت ہے اور یہ داستان



”حقائق کے آئینہ“ میں سپرد قلم کی گئی ہے، یہ سچ ہے۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ قَاصِحٌ مَا شِئْتَ ، بے حیا باشس و ہرچہ خواہی کن۔  
 ”بہس عثمان غنی“ کے لیے تو واقعی یہ خوشی کا مقام ہے کہ انہوں نے یہ کہتا ہے کہ کھڑے  
 کے شیعہ داستان گویوں کو جھوٹ بولنے میں بھی مات کر دیا۔  
 آفسیں باد بریں ہمت مردانہ تو

اب ذرا دل پکڑ کر اس داستان کو پڑھیے اور احمد حسین کمال نے داستان سرائی  
 میں جو کمال دکھایا ہے اور افسانہ طرازی میں جس جرأت و بے باکی کا مظاہرہ کیا ہے اسے  
 غلط نہ کیجئے۔

### خود ساختہ ”داستان کربلا“

”داستان کربلا“ کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

بمات اهل العراق الى الحسين الرسل والكتب يدعونہ اليهم  
 فخرج متوجهاً اليهم في اهل بيته ومستين شخصاً من اهل  
 الكوفة صحبة۔ (البداهة والنہاية، ج ۱، ص ۱۵۲)  
 ۶۶ رجب ۶۰ کو امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ کا انتقال ہو گیا۔ ۲۸  
 رجب ۶۱ ہجری کو امیر نزیہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو گئی ثمان بن لہث  
 میں حضرت حسینؓ اہل و عیال سمیت مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تشریف لے  
 آئے، اس وقت حضرت حسینؓ کی عمر ۵۵ سال کی تھی۔

کوفہ میں رہنے والے شیعان علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرت حسینؓ  
 مدینہ سے مکہ آکر مقیم ہو گئے ہیں تو انہوں نے آپ کے پاس کیے بعد دیگرے  
 قاصد پر قاصد روانہ کرنے شروع کر دیے کہ آپ کو فخر تشریف لے  
 آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو خلیفہ بنانا

جاتے ہیں۔

آپؐ نے صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے اپنے تایازاد بھائی مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ روانہ کیا، کوفہ میں رہنے والے شیعانِ علیؑ کے پیغامات اب بھی برابر آرہے تھے، حتیٰ کہ ساتھ کوفیوں کا ایک وفد بیت سے خطوط لے کر آپؐ کے پاس پہنچا، شروع کی عبادت مشہور عربی تاریخ "البدایہ والنہایہ" سے ماخوذ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

اہلِ عراق (کوفہ) نے حضرت حسینؑ کے پاس متعدد پیغامبر اور بکثرت خطوط بھیجے کہ آپؐ کوفہ آجائیں، چنانچہ حضرت حسینؑ اپنے اہل بیتؑ کو لے کر ساتھ کوفیوں کی معیت میں کوفہ روانہ ہو گئے۔

منگل کے دن ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ کو حضرت حسینؑ مکر سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے۔ اس وقت تک امیرِ یزیدؓ کی خلافت کو قائم ہوئے ۵۶ ہجری کے چھ مہینے اور امیرِ یزیدؓ کے ہاتھ پر مسعود بن عبد اللہ بن زبیرؓ اور کوفہ کے چند سو آدمیوں کے شامِ عراق، مصر، اور عرب کے تمام مسلمان بیعت کر چکے تھے۔ اہلِ بیعت کرانے والوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۸۹۵۹ صحابہ کرام شامل تھے جو اس وقت حیات تھے۔

جب حضرت حسینؑ اپنے قافلہ کے ساتھ زردوبہ پہنچے تو وہاں آپؐ کو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیلؓ، کوفہ میں قتل ہو گئے ہیں۔ اس سانحہ کی اطلاع سے آپؐ دل برداشتہ ہوئے اور واپس مکر چلا جانا چاہا، لیکن جو ساتھ کوفی ساتھ تھے، انہوں نے اصرار کیا کہ آپؐ ضرور کوفہ چلیں۔ مسلم بن عقیلؓ کی بات اور تھی۔ آپؐ کی حیثیت دوسری ہے، کوفہ کے شیعانِ علیؑ

آپ کا ساتھ ضرور دیں گے، موضع زُرُودؓ، مکہ سے کوفہ جانے والے راستہ پر ”۱۸ ویں“ منزل پر واقع ہے اور مکہ سے اس منزل تک کی مسافت ۴۵۹ عربی میل ہے، مسلم بن عقیل کی وفات کی خبر سن کر اور کوفیوں کی سابقہ بے وفائیوں، غداریوں کا احساس کر کے آپ اسی مقام پر رک گئے جو کوئی آپ کو مکہ سے لے کر آئے تھے وہ کوفہ چلتے ہر اصرار کرتے رہے اور آپ جانے میں تردد فرماتے رہے۔

کوفہ کی حکومت کو جب آپ کے موضع زُرُود میں رک جانے کی اطلاع ملی تو صورت حال معلوم کرنے کیلئے عمر بن سعد اور شمر بن ذی الجوشن کو ایک دستہ کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا..... ان دونوں نے حضرت حسین سے طقات کی اور آپ کا ارادہ اور منصوبہ معلوم کیا، آپ نے فرمایا:-

میں کوفیوں کے بلانے اور اصرار کرنے پر کوفہ آ رہا تھا، ان کے یہ سینگڑوں خطوط میرے پاس مکہ میں آئے اور متعدد قاصد بھی زبانی بینامات لاتے رہے، میں نے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو دریافت حال کے لیے کوفہ بھیجا تھا، ساٹھ کوئی جواب میرے ساتھ ہیں، مسلم کا خط لے کر میرے پاس آئے کہ کوفہ آجائیں، اہل کوفہ بیانی سے آپ کے منتظر ہیں، چنانچہ ان ساٹھ کوفیوں کے ساتھ میں کوفہ کے لیے روانہ ہو گیا یہاں آکر معلوم ہوا کہ کوفیوں نے مسلم بن عقیل کو دھوکہ سے قتل کر دیا، اس لیے اب، میرے سامنے یہی چارہ کار رہ گیا ہے کہ شام چلا جاؤں اور یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنا معاملہ طے کر لوں،

عمر بن سعد نے کوفہ کے گورنار بن زیاد کو اس صورت حال سے اور حضرت حسین کے انادہ سے مطلع کر دیا، عبید اللہ بن زیاد نے قیامت کہہ کر منطوقی دے دی اور ساتھ ہی احتیاطاً عمر بن سعد اور ثمر بن ذی الجوشن کو ایک دستہ کے ساتھ حضرت حسین کے قافلہ کے ہمراہ جانے کا حکم دیا، تاکہ جو کوئی حسینی قافلہ کے ساتھ ہیں وہ آگے چل کر حضرت حسین کو کسی اور راستہ کی طرف نہ لے جائیں یا کہیں اور شرارت نہ کھڑی کر دیں، تاہم یہ دستہ حسینی قافلہ سے ذرا فاصلہ پر رہ کر چلا۔

مقام ”واقصہ“ سے حضرت حسینی نے کوفہ جانے والی راہ چھوڑ  
 مئی اور ناب“ الخرقا“ اور ”میشہ“ کی سڑکوں سے ہوتے ہوئے  
 دمشق کی راہ پر چل پڑے، ۹ محرم کی شب کو ”الغزیب“ اور  
 ”قصر محافل“ کی سڑکیں طے کر کے آپ نے ”الطف“ کی سرسبز و  
 شاداب زمین میں ”کرطبہ“ کے مقام پر جہاں پانی کے چار چشمے  
 بہتے ہیں، قیام فرمایا اسی ”کرطبہ“ کو ”کرب وبلا“ کے معنی پہنانے  
 کے لیے کربلا بنا دیا گیا ”کرطبہ“ عربی میں مرطوب جگہ کو کہتے  
 ہیں۔

یہ بھی داستان سرائی کا ایک جزو ہے مگر نا جیوں کے ”امام التاریخ الحجازی صحت  
 یہ لکھتے ہیں، ”ارض الطیف کے قریب عفر کی مضافاتی زمین“ کربلا کہلاتی تھی، جو درون نکلہ  
 اور جہاز جہنکار سے صاف اور نرم و لطیف زمین تھی، نیز جو کتبہ مذکور کی فصل غلہ بھونڈنے کے کام  
 میں لائی جاتی تھی اور اسی بنا پر ”کربلا“ کہلاتی تھی، خلافت معاویہ و یزید میں ۲۰۵-۲۰۶ طبع چہارم) یاد رہے  
 ”تاریخ اور جغرافیہ کی کتابوں میں موضع ”کربلا“ کا تو ذکر آتا ہے مگر ”کرطبہ“ نامی کسی مقام یا موضع  
 کا ذکر نہیں ملتا۔ آخر وہ داستان ہی کیا جس میں جھوٹ نہ ہو۔

دوسرے دن آپ کے ہمراہی کو فیوں نے امراد شروع کیا کہ آپ  
 وشتق نہ بایں اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اپنے والد کی طرح اہل  
 شام سے جنگ کریں، آپ نے اس سے انکار کیا مٹے کہ آپ نے  
 بیان تک فرمایا،

”افسوس نہیں لوگ جو جنھوں نے میرے والد حضرت علی کو دھوکہ دیا اور شہید کر دیا، میرے بھائی حضرت حسن کو زخمی کیا اور ابوس بنایا اور میرے عم نداد بھائی سلمیٰ بنیض کو کوفہ کا قتل کرا دیا، سچ ہے جو بھی تمہارے دھوکہ میں آجائے بڑا احمق ہے۔“

(جلد اولیٰ طبری)

تائبوں کو فی یہ سمجھ گئے کہ اب حضرت حسینؑ کا ان کے قابو میں نہ آسکتا ہے۔ لیکن ان سے جدا ہونا اپنی زیادتی گرفت میں پڑ جانے سے جو حقیقتاً حضرت ناک سزا دے کر رہے گا۔ اپنی زیادہ کا فوجی دستہ ساتھ میں لے کر اپنے لیے ان سب نئے باہم ملاح دشوہ کر کے عصر و مغرب کے درمیان گیمپ میں ہنگامہ پرپا کرنے اور قلابہ حسنی کے تمام افراد کو ہلاک کر کے رات کی تاریکی میں بھاگ نکل جانے کا منصوبہ بنایا، چنانچہ عصر کی نماز کے بعد یہ سب کے سب ایک دم حضرت حسینؑ اور ان کے اہل بیت کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے اور حضرت حسینؑ سمیت کئی افراد کو قتل کر ڈالا۔ خیمہ میں شور برپا ہو گیا، کچھ عورتیں وغیرہ خیمہ سے باہر نکل آئے، کچھ لوگ دغا

اور جوابی کاروائی کرنے لگے، اس شور و غل اور ہچکامہ کی آواز مژدور محافظ دستے نے بھی سنی، مگر شمر اور عمر بن سعد جیسی کیسپ کی طرف دوڑے، شام کا جھپٹا ہو چکا تھا، ان سب نے اگرچہ تمام کوفیوں کو گھیر کر اور پکڑ کر قتل کر ڈالا، ایک آدمی بچ کر نکل بھاگنے میں کامیاب ہو سکا، لیکن افسوس اس دوران حضرت حبیبیؓ کئی زخم کھا کر شہید ہو چکے تھے، ان کے صاحبزادے علی اکبرؓ اور عبداللہؓ بھی قتل ہو گئے تھے، حضرت حسن کے تین صاحبزادے عبداللہؓ، قاسمؓ، ابوبکرؓ بھی قتل کر دیے گئے تھے، عبداللہؓ بن جعفر کے لڑکے عونؓ اور محمدؓ بھی مارے گئے تھے اور حضرت حقیل کے چاندن لڑکے جعفرؓ، محمدؓ عبدالرحمنؓ، عبداللہؓ اور عبداللہ ثانیؓ بھی مارے جا چکے تھے یعنی جب تک عمر بن سعد، شمر بن ذی الجوشنؓ اور حرثؓ خاندان علیؓ کو کوفیوں کے حملے سے بچانے کے لیے دوڑ کر پہنچے، اس خاندان کے اکیس افراد حضرت حسینؓ سمیت شہید کیے جا چکے تھے، مگر بھی کوفیوں کو مارتے ہوئے ایک کوفی کے ہار سے قتل ہو گئے۔ یہ الٹا کسانہ ۱۰ محرم ۶۱ ہجری مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء کے دن پیش آیا بعض روایتوں میں ہے کہ یہ سانحہ ۱۰ صفر کو ”کربلا“ کے بجائے ”نینوا“ کے مقام پر پیش آیا۔ بہر حال عمر بن سعدؓ شمر نے خاندان علیؓ کی لاشوں کو اکٹھا کیا، ان کی نماز جنازہ ادا کی اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ دفن کر دیا، کوفیوں کی فاشوں کو وہیں پڑا رہنے دیا۔ بلکہ دستہ کسے لاشوں نے انھیں پامال بھی کیا، تاکہ عبرت کا سامان بن جائیں، خاندان علیؓ کے

بچے بچے افراد خواتین کو کو ذرا آرام سے رکھا، جو لوگ زخمی ہو گئے تھے ان کا علاج کیا۔

کودیں بعض شیمان علی نے خفیہ طور سے ان حضرات سے ملاقات کی، اپنی بھدردیاں بتائیں، انھیں شام جانے سے روکنا چاہا اور مشورہ دیا کہ کمر چلے جائیں، لیکن حضرت حسین کے صاحبزادے زین العابدین نے جنھیں زخمی کر کے کوئی سمجھتے تھے کہ مر چکے ہیں، مگر فوش قسمتی سے زندہ بچ گئے تھے، اور اب کو فوس ابھی زیادہ عمر ہیں سعد و اود شمر ذی البوشن کی سرپرستی و دیکھ بھال میں علاج کرا رہے تھے فرمایا،

”اے خداؤ! اے حکام و میں ہرگز تمہارے فریب میں نہیں آؤں گا، ہرگز تمہارے قول و قرار پر اقتدار نہیں کروں گا۔“

خاندانِ علی کے افراد کچھ عرصہ کو فوس ابھی زیادہ کے جہان رہے، پھر پورے حفاظت اور آرام کے ساتھ دمشق روانہ ہو گئے، جہاں ایک مدت تک ان سب نے خلیفہ زید کے محل میں قیام کیا، امیر زید کے ہاتھ پر بیعت کی اور روپس آکر جوار رسول میں حسب سابق رہنے لگے۔

زید نے اپنے والد حضرت سعدیہ کے طریقہ کے مطابق حضرت حسین صاحبزادے علی المعروف زین العابدین اور دوسرے افراد خاندان کے شہادتی طے مقرر کر دیے اور یہ حضرات نہایت اطمینان و آرام کے ساتھ کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندہ بسر کرتے رہے۔

(از ص ۲۴ تا ص ۱۴)

یہ ہے ”مجلس حضرت عثمان غنی“ یعنی حال کے ”مذہب مروانی“ کے داستان گو احمد حسین کمال کی بنائی ہوئی داستان جو ابھی آپ کی نظر سے گزری اور جس میں اس امر

کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ ”شیطانِ اموی“ کے خلیفہ برحق یزید بن معاویہ اور اس کے ظالم گورنر عبید اللہ بن زیاد اور یزیدی لشکر کے سپہ سالار عمر بن سعد اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں پیش پیش نہ بننے والے شخص شمر ذی الجوشن پر کوئی ذرا سی بھی آپہنچ نہ آئے ہوں، کیونکہ شیطانِ بنی امیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے خلفاء کی نیکیاں سب اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہیں اور ان کے گناہ سب معاف ہیں نیز خلیفہ وقت کی اطاعت ہر حال میں ضروری ہے خواہ اس کا حکم صحیح ہو یا غلط، یہ بھی واضح رہے کہ اس دور کے سب لوگ عصب اگرچہ اس امر میں سخت کوشاں ہیں کہ جہاں تک بنی کے خلیفہ یزید کی پوری پوری تعظیم سمجھائی جائے اور اس کے تمام ظالم کارندوں کی ظالمانہ کاروائیوں پر نہ صرف یہ کہ پردہ ڈالا جائے بلکہ انہیں الزامِ ظلموں کے ساتھ تھوپا جائے، وافتخار لربطالی ذمہ داری خود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء کے سر ڈالی جائے، آخر کے مظالم کا ذمہ دار مدینہ طیبہ کے حضرات صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو قرار دیا جائے اور مکہ معظمہ کے محاصرہ کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر الزام عائد کیا جائے اور اس کارِ شر میں اپنی تمام ذہنی صلاحیتوں اور توانائیوں کو اس ہشجباری اور ہالاکہ کے ساتھ کام میں لایا جائے، نہ سادہ لوح عوام گمراہی میں پڑ جائیں اور ان کے دھوکہ اور فریب میں آکر سلف صالحین صحابہ و تابعین اور اہل بیت کو ام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بدظن ہو جائیں، لیکن نیکے جھوٹ آخر جھوٹ ہی ہے اس لیے کسی نہ کسی مرحلے پر جا کر اس جھوٹ کی قلعی کھل ہی جاتی ہے۔

اس داستان کے پہلے جھوٹ کی تفتیح (۱) چنانچہ احمد حسین کمال داستان گو نے اگرچہ حضرت حسین



رضی اللہ عنہ کا قاتل ابی ساطح کو فیوں کو بتایا ہے جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی میت میں مکہ سے چلے تھے اور راستہ بھر آپ کو درغلانے کی کوشش کرتے رہے، لیکن جب آپ ان کے درغلانے میں نہ آئے اور امیر نیربکی بیت کا مصمم ارادہ کر لیا تو یہ ساتھوں کوئی سمجھ گئے کہ اب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل ان کے قابو میں آنا مشکل ہے اس لیے سب کے سب ملاح و مشورہ کر کے عصر کی نماز کے بعد ایک دم حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کرام کے خیمہ پر لوٹ پڑے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میت کئی افراد کو قتل کر ڈالا عمر بن سعد اور شمر ذی الجوشن کا محافظہ دستہ جو کاروان اہل بیت کی حفاظت کے لیے کوفہ کی حکومت نے بھیجا تھا وہ بھی اس آفت انگیزی سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اہل بیت کو نہ بچا سا مگر ان "شیعہ مروانیہ" مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے "امام التاریخ شیخ الاسلام علامہ محمود احمد جاسی" کا جس کے لیے یہ نامی "رحمۃ اللہ" بھی لکھتے ہیں، یہ بیان ہے۔

۱۔ "عناصر حضرت عثمان غنیؓ اپنے سلسلہ اشاعت کے چھٹے نمبر پر جو کتابچہ "علی المرتضیٰ"

کے نام سے شائع کیا ہے اس کے صفحہ ۷۵ پر بھی الفاظ ہیں

"امام التاریخ شیخ الاسلام علامہ محمود احمد جاسی رحمۃ اللہ"

ان کے علامہ ہونے کا تو راقم الحروف کو ذاتی تجربہ ہے، بارہا ملاقاتیں ہوئیں اور مسلسل گفتگو پر پتہ چلا کہ جناب کی فارسی کی استعداد ہی ناقص ہے، عربی کا تو کیا ذکر اہل علم حضرات اگر ان کی تالیف "خلافت معاویہ وغیرہ" میں انھوں نے جو عربی فارسی عبارتوں کا ترجمہ کیا ہے اس کا جائزہ لیں تو ان "علامہ صاحب" کی ساری علمی حیثیت جیاں ہو جائے گی اور ان کی شیخ الاسلامی کی شان معلوم کرنا ہو تو ان کے جاننے والے امرہ ہر کے بہت سے احباب

”امیر عبید اللہ بن زیاد باغیانہ کو ذکی سرکوبی کی غرض سے جو کچھ کر رہے تھے وہ امین عامہ کے تحفظ کی خاطر امیر المؤمنین (یزید) کے احکام کی بجا آوری اور اپنے فرائض موقوفہ کی انجام دہی میں کر رہے تھے، حضرت حسینؑ کی ذات یا آپ کے اہل خاندان سے انھیں کوئی ذاتی پرغاش تھی اور نہ بغض و عداوت۔۔۔۔

علاوہ ازیں خود امیر المؤمنین (یزید) کے فرمان میں ان کو مرتجع ہدایت تھی کہ جنگ و جدل میں اپنی طرف سے سبقت نہ کریں اور اس وقت تک توازنہ اٹھائیں جب تک خود ان کے خلاف تلوار نہ اٹھائی جائے، وہ اس حکم کی خلاف ورزی کی جسارت نہیں کر سکتے تھے۔۔۔۔

عمر بن سعد بن ابی وقاصؓ کو قاتل حسینؑ کہا جاتا ہے، مایہ دل کجیائے گا آزدانہ و خورخانہ طرز پر تجزیہ کیا جائے تو یہ قول بھی کذب و افتراء ہی ثابت ہو گا۔۔۔۔

حکومت کے یہ دونوں ذمہ دار افسر معاملہ کو بغیر خونریزی کے صلح

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

ابھی زندہ ہیں ان سے ایچ کی صوم و صلوة کی پابندی اور جمعہ و جماعات کے اہتمام کا حال معلوم فرمائیں نیز وحی اور قرآن کریم کے بارے میں جو وہ اظہار خیال فرماتے رہتے تھے اس کے بارے میں دریافت کریں وہ آپ کو ان کے الحاد و بے دینی کی تفصیل بتائیں گے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ عباسی کی کتاب ”خلافت معاویہ و یزید“ کی جب نشر و شاعت ہو رہی تھی تو وہ چینی سفارت خانے میں طایرہ تھے اور احمد حسینؑ کمال کی جب یہ داستان شائع ہوئی تو وہ روسی سفارت خانہ میں طایرہ ہیں۔

دآشتی سے نشانہا چاہتے تھے، دو قوتیں البتہ ان کے مساعی میں حاصل  
 اور مزاحم تھیں، ایک تو بردار ان مسلم ہی عقل کا تہیہ کہ وہ اپنے مقول  
 بھائی کا اتقام لے کر رہیں گے چاہے اس میں انہیں اپنی بھی جانیں بے  
 دینی چرس۔ دوسرے ان کوئی شبانیوں کا دیہ تھا جو کوفہ سے کہ  
 گئے تھے اور مینی قافلہ کے ساتھ آ رہے تھے اپنے شن کی ناکامی سے ان  
 کی پذیریشی صدرہ خراب ہو چکی تھی وہ اپنی خیر اسی میں سمجھتے تھے کہ  
 صلح و مصالحت نہ ہونے پائے، کیونکہ ان کے لیے اب کوئی اور صوت  
 مضر کی نہ تھی، کوفہ جاتے ہیں تو کیفر کردار کو پہنچتے ہیں، وشتی کا رخ  
 کرتے ہیں، تو مستوجب آہ و مرثیہ انھوں نے اپنے پیش رو سبائیل کی تعلیم  
 کوئی چاہی، جنھوں نے حضرت علیؑ اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ میں  
 مصالحت ہوتے دیکھ کر آتش جنگ مشتعل کر دی تھی..... چنانچہ ان کو نبیوں  
 کی ساری کوشش اب اس بات پر تھی، کہ حضرت حسینؑ اپنے سائبہ

لے عاسی صاحب تو ان کوئی شہداء کو جنھوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 کی نصرت میں اپنی جانیں تار کر دیں۔ ”سبائی کہہ کر اسلام سے فارغ کرنا چاہتے ہیں اور  
 ”مجلس حضرت عثمان غنیؓ کا داستان گو خود انہی شہدار کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 کا قاتل قرار دینے کی فکر میں ہے۔

لے کیوں کیا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت کرنے کے بعد بھی  
 اپنے ساتھیوں کے لیے امان نہیں لے سکتے تھے؟ جس طرح کہ حضرت حسن رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معاہدہ میں یہ طے کر لیا تھا کہ صلح  
 کے بعد اہل عراق پر کوئی دارو گیر نہیں ہوگی۔

مؤقت پر قائم رہیں۔

حکومتِ وقت کے نمائندوں کو حضرت حسینؓ کے ساتھیوں کی ان عزائم کا حال معلوم ہو کر کہ کوفیوں کا یہ سبائی گروہ اس حالت میں بھی کہ انقلابِ حکومت کے بارے میں اہلِ کاسار اعلان اور منصوبہ ہی خاک میں مل چکا تھا، مگر تحریک و ترغیب کی حرکتوں سے باز نہیں آتے، ضروری سمجھا گیا کہ ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں کا قطعی طور سے خاتمہ کر دیا جائے، چنانچہ مسئلہ کو آئینی نزہت دی گئی، یعنی عمر بن سعدؓ کی طاقتوں کے قہر میں حضرت حسینؓ کو مجب آبادہ ہو گئے کہ امیر المومنینؓ سے بیعت کر لیں، اہلِ کاسار سے مطالبہ ہوا کہ دُشمنِ تشریف لے جانے سے پہلے ہی اہلِ کاسار کے نمائندے کے ہاتھ پر بیعت کر دیں۔

حضرت حسینؓ نے اس طرح بیعت کئے اور ابنِ زیاد حاکم کو رد کا حکم ماننے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تجھ جیسے شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لینے سے بہتر تو موت ہے۔۔۔۔۔ امیر کوفہ عبید اللہ کے ہاتھ پر بیعت کرنا خود امیر المومنینؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے مترادف تھا آپ کے اس اعلان پر دوسرا مطالبہ مزید احتیاطیہ ہوا کہ وہ سب آلاتِ حرب اور ہتھیار جو حسینی قافلہ کے ساتھ ہیں، سامعہ گاہِ حکومت کے حوالہ کر دیں تاکہ اس خطرہ کا بھی سدِ باب ہو جائے، جو ان کوفیوں کی ترغیباً نہ گفتگوؤں سے پیدا تھا، کہ مبادا ان کے اثر میں آکر دُشمن جانے کے بارے میں اپنی رائے اسی طرح تبدیل نہ کر دیں جس طرح غافل مدینہ صحیحہؓ فرمادینے کے بعد کہ صبح جب بیعت عامہ کے لیے لوگوں کو بلانا تو ہم بھی موجود ہوں گے مگر حضرت ابنِ الزبیرؓ سے

گنہگار کے بعد آپ اور وہ دونوں رات ہی میں مکہ منظرہ کو روانہ ہو گئے، حکام کو فہ کے اس مطالبہ نے برادرانِ مسلم بن عقیل کو جو پہلے ہی سے جو شہس انتقام سے مطلوب ہو رہے تھے، اشتغال کر دیا، نیز ان کو فیوں کو بھی جو حسنی قافلہ میں شامل تھے اور جنہیں صلح و مصالحت میں اپنی موت نظر آ رہی تھی، یہ موقع ہاتھ آگیا، انھوں نے اپنے پیش روؤں کی تقلید میں جنھوں نے جل کی ہوتی ہوئی صلح کو جنگ میں بدل دیا تھا، اس اشتغال کو اس شدت سے بھڑکا دیا، کہ انتہائی عاقبت اندیشی سے فوجی دستہ کے سپاہیوں پر جو ہتھیار رکھوائے کی غرض سے گھبرا ڈالے ہوئے تھے، اچانک قاتلانہ حملہ کر دیا، آزاد مختصی و مستشرقین نے بے وگ تحقیق سے اسی بات کا اظہار کیا ہے کہ حکومت کے فوجیوں پر اس طرح اچانک حملہ سے یہ حادثہ ترقی انگیز پیش آگیا، انسانی گھبراہٹ یا آف اسلام کے متاثرہ لوہیں نے کہا ہے کہ، ”گورنر کو فہ عبید اللہ بن زیاد کو زید نے حکم دیا تھا کہ حسینی قافلہ کے ہتھیار لے لینے کی تدبیر کرے اور اس پر عراق میں ان کو داخل ہونے اور جھگڑا اور انتشار پھیلانے سے باز رکھے، کو فہ کے شیعیان علی میں سے کوئی بھی مدد کو کھڑا نہ ہوا، حسینی اور ان کے مٹھی بھڑپیں نے اپنے سے بد بھلا طاقتور فوجی دستہ پر جہاں سے ہتھیار رکھوائے کو بھیجا لیا تھا، غیر مال اندیشانہ طرہ سے حملہ کر دیا (ص ۱۱۶)“

لے جی کے کہے پر عباسی صاحب کا ایمان ہے۔

عمر بن سعد امیر عسکر نے... کوئی جارحانہ اقدام مطلق نہیں کیا تھا، انکے زیر ہدایت فوجی دستہ کے سپاہی مدافعاہ پہلو ہتھار کئے رہے یہ منظر کیا ہی دردناک تھا کہ گنگوٹے مسالمت یکا یک بدل و قتال میں بدل گئی.....

حضرت حسینؑ کے مقتول ہو جانے پر ابن سعد پر رخ اور صف سے ایسی رقت طاری ہوئی کہ بے اختیار ہو کر زار و قطار رونے لگے....

انہوں نے مفاد ملت کی خاطر ہتھیری کوشش کی کہ خون خرابہ نہ ہونے پائے مگر سپاہیوں کی دراندازیوں سے ان کی مسامحہ کام ہو گئیں لیکن تلوار چل جانے پر بھی اپنے سپاہیوں کو مدافعت ہی کے پہلو پر قائم رکھا جس کا بین ثبوت خود انہی اولیوں کے

بیان سے ملتا ہے جہاں انہوں نے طرفین کے مقتولین کی تعداد بیان کی ہے کہ حسینی قافلہ کے بہتر مقتول ہوئے، جن میں اکثر و بیشتر جنگ آزمودہ نہ تھے اور فوجی دستے کے جنگ آزمودہ سپاہی اٹھاسی مارے گئے، گویا سولہ فوجی زیادہ کوڑا کر بھی وہ حضرت حسینؑ کی جان بچانے میں کامیاب نہ ہو سکے اور زار و قطار رونے لگے، پھر انہوں نے حضرت حسینؑ کے اہل خاندان کو ان کی بیٹیوں، کینروں اور دوسری خواتین خاندان نبوت کو عزت و حرمت کے ساتھ پر و دار محلوں میں سوار کرا کے بھانڈ کیا۔

(لاحظہ ہو خلافت معاویہ و یزیدؓ، مؤلفہ محمود احمد عباسی)

طبع چہارم (ص ۲۳۶ تا ص ۲۴۱)

شیعان اموی ”مجلس حضرت عثمان غنی“ کے ”امام التاريخ“ کا بیان ایک بار پھر پڑھ لیجئے کہ انہیوں کے یہ امام صاحب کیا فرماتے ہیں، ان کی تحقیق میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے اہل بیت، اور ان ساتھ کوئی حضرات کا جو حضرت مدوح کی محبت میں مکہ سے کربلا تک آئے تھے، قاتل تو عمر بن سعد کا فوجی دستہ ہی تھا، گویا عادیہ حزن انگیز اس لیے پیش آیا کہ خود حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اشتعال میں آکر اس فوجی دستہ پر جو ہمتیار رکھوالے کی غرض سے ان کا گھبرا ڈالے ہوئے تھا، اچانک قاتلانہ حملہ کر دیا، عمر بن سعد نے پھر بھی مدافعت جنگ کی کہ اپنی فوج کے سولہ افراد زیادہ کٹوا دیے اور اس طرح بے یار و دستہ فوج کے اٹھاٹی آدمی کام آئے، وہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فاروق میں عباسی کے خیال میں کوئی بہادر اور جنگ آزمودہ سپاہی تھا ہی یہاں! عمر بن سعد اگر خود اقدام کرتا تو جو شجاعان عرب اس کے ساتھ تھے آٹا فائیں مینسی قاتل کے بہتر نفوس کا سر قلم کر دیتے اور اس کے دستہ فوج کو ایک متنفس کا بھی نقصان نہ اٹھاتا پڑتا۔ مگر ”مجلس شیعان عثمان“ کے اس داستان کی گونے جو داستان بیان کی ہے وہ امام التاريخ کے بیان کردہ افسانہ سے بالکل جدا ہے، اس میں مذکور ہے کہ عمر بن سعد کا دستہ فوج تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت پر مامور تھا اس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرے سے جنگ ہی نہیں کی، بلکہ یہ تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اہل بیت کو ان کو فیوں کے ہاتھ سے بچانے کے لیے آیا تھا، مگر انفس کہ اس دستہ فوج کے پہنچتے پہنچتے آپ کو قتل کر ڈال گیا اور عمر بن سعد کف انفس ل کر رہ گیا آخر نیریدی فوج نے گھیر کھیر کر ان سب قاتلان حسین کا کام تمام کر دیا۔

میں تفاوت رہ از کہا است تا بجا

ہمارے نزدیک تو ناجیوں کے امام صاحب اور مجلس کے داستان گو دونوں ہی فناء طرازی اور داستان گوئی میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اس لیے ان سے سچ بولنے کی توقع رکھنا فضول ہے۔ فرق ہے تو بس اتنا کہ ناجیوں کے شیخ الاسلام عباسی صاحب نے اپنے پیش رو مستشرقین یہود و نصاریٰ ضالین و مضروبین کی اتباع میں یہ بیان دیا ہے جن کو وہ آزاد اور بے لاگ محقق مانتے ہیں، چنانچہ انھوں نے اس بات کو چھپایا بھی نہیں ہے بلکہ اپنے بیان کے ثبوت میں ”الاسیٹیکل ریویو“ کے مقالہ نویس کا حوالہ دے کر اس کو صاف ظاہر بھی کر دیا ہے، لیکن مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے داستان گو کا سارا بیان خاندان ساز و طبع زاد ہے۔ بہر حال اب شیخ ابن امویؒ ”مجلس عثمان غنی“ کو چاہیے کہ اپنے نام اراکین مجلس کا اجلاس طلب کر کے پچھلے یہ طے کریں کہ ان کے امام صاحب اور ”داستان گو“ دونوں میں سے کس کی بات سچی ہے اور کس کی جھوٹی؟ اور جب یہ فیصلہ کر چکیں تو پھر مسلمانوں سے مخاطب ہوں۔

## داستان گو کی حساب دانی (۲) داستان گو صاحب کی حساب دانی

کایہ عالم ہے کہ وہ یہ بھی شامہ ذکر کے کہ، ۲۸ رجب سے لے کر ۱۰ رذی الحج تک کتنے دن ہوتے ہیں، سب جانتے ہیں جبکہ چاند گزرتین دن کا ہو تو چار ہینے بارہ دن ہوں گے ورنہ چار ہینے گیارہ دن اگر یہ اپنے کمال سے اسے چھ ہینے کی مدت بنا رہے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں کہ :-

”۲۸ رجب سنہ ہجری کو امیر زید کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہو گئی“

(داستان گو ص ۲)

”منگل کے دن ذی الحجہ کی ۱۰ تاریخ کو حضرت حنین کے سے کوفہ کے



رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام شرافت سے چل کر (جو واقعہ سے دو میل پر ہے) ”کو فہی حرم“ کے دامن میں خیمہ زن ہوئے، تو فخر بن یزید قیسیری بلوچی ایک ہزار سواروں کے ساتھ آپ کے مقابل آکر اتر پڑا، دوپہر کا وقت تھا۔ تہذیب آفتاب نے خراسان کی فوج اور سواروں کو پیاس سے بے تاب کر رکھا تھا، ساتی کوثر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نواسے سے ان کا یہ حال دیکھا نہ گیا، فوراً اپنے فڈام کو حکم دیا کہ ان کو اور ان کی سواروں کو پانی پلا کر خوب سیراب کر دیا جائے، قیصل حکم میں دیر نہ لگی اور اقل سے آخر تک سب نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور اپنی سواروں کو بھی پلایا۔ محرم کو قادسیہ سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نقل و حرکت کی نگرانی کے لیے بھیجا گیا تھا اور اس کو حکم دیا گیا تھا کہ حسینی کا روانہ کو عبید اللہ بن زیاد کے سامنے کو فہی میں لاکر پیش کیا جائے، عبید اللہ بن زیاد کو جو یزید کی طرف سے کو فہی کا گورنر مقرر ہو کر آیا تھا۔ جب یہ خبر ملی کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فہی کے قصد سے مکہ معظمہ سے روانہ ہو چکے ہیں تو اس نے کو فہی کے پولیس افسر حصین بن قیس کو کو فہی سے یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ قادسیہ میں جا کر پڑاؤ ڈالے اور قطعاً طام سے لے کر خُتّان تک مسلح کیمپ قائم کر کے اللہ کا کنٹرول سنبھالے، چنانچہ اسی ہدایت کے مطابق اس نے اپنے سامنے خراسان کی کامیابی میں ایک ہزار سواروں کے کران کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابل بھیجا تھا، ظہر کا وقت ہوا، تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجاج بن مسروق جعفی کو آذان کے لیے فرمایا۔ حجاج نے اذان دی۔ اقامت کا وقت آیا تو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روانہ ہوا۔ واپس نہ آیا۔ کیسے نہیں تشریف لائے اور حق تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا۔

ایہا الناس انہا معذوقۃ الی اللہ  
 یٰ کوا اللہ عزوجل اور تم لوگوں کے سامنے

یہ روانہ ہوئے اس وقت امیر بید کی خلافت کو قائم ہوئے ۶ ماہ  
ہو چکے تھے۔ (داستانِ کربلا ص ۴)

پس جبکہ دروغ گو ملاحظہ بناؤ

دوسرے جھوٹ کی تنقیح (۳) "داستانِ کربلا" (دشمن) پر جو مرقوم  
ہے کہ

"دوسرے دن آپ کے ہمراہی کوفیوں نے اصرار شروع کیا کہ آپ  
دشمن: عایش اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اپنے والد کی طرح اہل  
شام سے جنگ کریں، آپ نے اس سے انکار کیا، حتیٰ کہ آپ نے  
یہاں تک فرمایا

"افسوس تمہیں لوگ جو جنھوں نے میرے والد حضرت علی کو دھوکہ  
میں رکھا اور شہید کر دیا، میرے بھائی حضرت حسن کو زخمی کیا اور مایوس  
بنایا اور میرے عم زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ بلا کر قتل کر دیا، پس  
ہے جو بھی تمہارے دھوکہ میں آجائے وہ بڑا احمق ہے۔"

(علاء الدین طبری)

موصفِ فاطمہ ہے "داستانِ گو" صاحب کی عادت ہے کہ وہ موقع بے  
موقع کہیں بھی غلط بیانی سے نہیں چوکتے اور داستان تو پھر داستان ہی ہے اس  
کے بارے میں تو پہلے ہی مشہور ہے کہ

بڑا بھی دیتے ہیں کچھ زیب داستان کیلئے

اس لیے انھوں نے یہاں، موقع سے فائدہ اٹھا کر کچھ کی بھانے بہت کچھ  
"عادیہ ہے۔ مؤرخ طبری کے بیان کے مطابق واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت حسین

مخالفاً لسنة رسول الله يعمل  
 فی عباد الله بالاثم والعدوان فلم  
 یغیر علیہ بفعل ولا قول، کان حقاً  
 علی الله ان یدخله مدخله، الا  
 وان هؤلاء قد لزموا طاعة  
 الشیطان وتركوا طاعة الرحمن  
 واظهروا الفساد وعطوا الحدود  
 فاستأثروا بالفیء، واحلوا حرام الله  
 وحرموا حلاله، وانا احق من  
 غیر قد اتقوا کتبکم وقد مت  
 علی رسکم ببیمتکم انکم لا  
 تسألمونی ولا تأخذونی فان  
 تمسکتم فی بیعتکم تصیبوا رشداً  
 فاننا الحسین بن علی وابن  
 فاطمة بنت رسول الله صلی الله  
 علیہ وسلم، نفسی مع انفسکم  
 واهلی مع اهلیکم فلکم فی اسوة  
 وان لم تفعلوا ونقضتم مہدکم  
 ونقضتم بیعتی من اعدائکم  
 فلمری ما ہی لکم بنکر لقد  
 فتمتوا بأبی وانی وابن عسی

حال میں دیکھے کہ وہ محرمات الہی کو حلال  
 کر رہا ہو، اللہ تعالیٰ کے جہد و جہان کو  
 توڑ رہا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی سنت کا مخالفت ہو اور اللہ تعالیٰ  
 کے بندوں کے ساتھ گناہ اور زیادتی کا  
 معاملہ کرتا ہو اور پھر اپنے قول و فعل  
 سے اس کے خلاف تبدیلی نہ کر پیا  
 کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اسی  
 کے ٹھکانے پر پہنچانے میں حتی بجانب  
 میں "خبردار! ان لوگوں (حکمرانوں) نے  
 نے رحمت کی اطاعت چھوڑ کر شیطان  
 کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔ ملک  
 میں فساد پھیلادیا۔ حدود الہی مطلق کر  
 دیں، مال غنیمت اپنے لیے مخصوص  
 کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال اور  
 حلال کو حرام کر دیا چنانچہ اس صورت  
 حال میں تبدیلی لانے کا میں سب سے  
 زیادہ حتی رکھتا ہوں، تمہارے خطوط  
 میرے پاس آپکے ہیں اور تمہارے  
 قاصد تمہاری اس امر پر بیعت کی  
 خبر لے کر پہنچ چکے ہیں کہ تم مجھے بے یار

مسلم بن عقیل، والمزور من  
اغتربکم فحظکم اخطاء  
ونصبکم ضیعتہ، وَمَنْ نَكَثَ  
فَاِنَّمَا يَنْتُحِ عَلَى نَفْسِهِ وَیَسْغُتْ  
اللہ عنکم والسلام میکم و  
رحمة اللہ وبرکاتہ۔  
و مددگار نہیں چھوڑ دے پھر ارقم اپنی  
بیعت کی تکمیل کرتے ہو تو اپنی بھلائی کو  
پالو گے، کیونکہ میں حسین بن علی ہوں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر  
اہلر فاطمہ کا بیٹا ہوں۔ میری جان  
تمہاری جانوں کے ساتھ اور میرے

(تاریخ طبری ج ۵ ص ۴۰۳)

اہل و عیال تمہارے اہل و عیال کے ساتھ  
طبع دار المعارف قاہرہ ۱۹۶۷ء

ہیں، تمہارے لیے میں نمود ہوں اور اگر  
تم ایسا نہیں کرتے اور اپنے جسد و بیان کو توڑتے ہو اور میری بیعت اپنی گدلوں  
سے اتار پھینکتے ہو تو بجان میں یہ تم سے کچھ بعید بھی نہیں، تم نے میرے باپ،  
میرے بھائی، اور میرے برادر عزا د مسلم بن عقیل کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا ہے وہ  
فریب خوردہ ہے جو تمہارے دھوکہ میں آئے۔ تم نے اپنے فائدہ کو کھو یا اور اپنی  
قیمت کو خراب کیا جو شخص بھی جہد توڑے گا اس کا زیاں خود اسی کو اٹھانا پڑے  
گا۔ اور اللہ تعالیٰ عنقریب مجھے تم سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام علیکم و  
رحمة اللہ وبرکاتہ۔

یہ ہے وہ تفصیل جو مؤرخ طبری نے ۱۱ ہجری کے حوادث کو بیان کرتے ہوئے  
”مقتل حسین“ کے ضمن میں بیان کی ہے اس میں اول سے آخر تک کہیں ان ساتھ کوئی  
حضرات کا جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ میدان کربلا میں شہید  
ہوئے کوئی ذکر نہیں بس مقام ”بیضہ“ پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
نے حر کے لشکر کے سامنے جو تقریر فرمائی، اس کا ذکر ہے اس تقریر میں حضرت  
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراود اس کی فوج کے سواروں سے مخاطب ہیں۔

عز وجل وایکے، انی لم آتکم  
 حتی اتنی کتبکم و قدمت  
 علی رسلکم ان اقدم علینا فانہ  
 لیس لنا امام لعل اللہ یحکمنا بک  
 علی الہدی فان کنتہ علی ذلک  
 فقد جئکم فان تعطونی ما اطلبن  
 الیہ من عہودکم و موثیقکم  
 اقدم مصرکم وان لم تفعلوا  
 و کنتہ لقد جی جارہین انصرف  
 عنکم الی المکان الذی اقبلت  
 منہ ایکے۔ (تاریخ الطبری ج ۱ ص ۱۱۳)

میرا یہ عذر ہے کہ میں تمہارے پاس اس  
 وقت تک نہیں آیا، جب تک کہ  
 تمہارے خطوط اور تمہارے قاصد یہ  
 پیام لے کر میرے پاس نہیں آئے کہ  
 ”آپ ہمارے یہاں کثرت لایئے۔“  
 ہمارا کوئی امام نہیں، ممکن ہے اللہ تعالیٰ  
 آپ کی وجہ سے ہمیں ہدایت پر جمع کر  
 دے۔“ سو تم اب بھی اگر اسی بات پر  
 قائم ہو تو میں تمہارے پاس آچکا ہوں  
 اب اگر تم مجھ سے ایسے عہد و پیمان کرو کہ  
 جی سے مجھے اطمینان ہو جائے، تو میں  
 تمہارے شہر میں چلا چلوں گا اور اگر تم ایسا نہیں کرتے اور میرا آنا تمہیں ناگوار ہے  
 تو میں تمہیں چھوڑ کر اسی جگہ چلا جاتا ہوں جہاں سے تمہاری طرف آیا تھا۔

اس وقت تو آپ کی تقریر سن کر حرّ اور اس کے ساتھی خاموش رہے اور  
 مؤذن سے کہنے لگے امامت کہو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرّ سے  
 دریافت کیا کہ کیا تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ الگ نماز پڑھو گے، اس نے جواب  
 دیا نہیں، بلکہ آپ امامت کریں ہم آپ کی اقتدار میں نماز ادا کریں گے، چنانچہ  
 آپ نے ظہر کی امامت فرمائی، عصر کی نماز کے بعد پھر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ نے عشاء اور اس کی فوج سے خطاب فرمایا اور حمد و ثناء الہی کے بعد ارشاد  
 فرمایا :

اما بعد، ایہا الناس، فانکم ان  
تتقوا وتحرفوا الحق لاهلہ یکن  
ارضی للہ، ونحن اهل البیت اولی  
بولاية هذا الامر علیکم من  
هؤلاء المدعیین مالس لہم  
والسائرین فیکم بالجود والعدول  
وان انتم کرہتمونا وجہلتم  
حقنا، وکان رأیکم غیر ما اتنی  
کتبکم، وقد مت بکم علی رؤسکم  
انصرفت عنکم (طبری ص ۶۰۶)  
جس کا تمہارے قاصد میرے پاس پیام  
جانا ہوں۔

اما بعد، اے لوگو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو  
اور اہل حق کا حق پہچان لو تو یہ بات اللہ  
تعالیٰ کو زیادہ راضی کر لے والی ہے  
اور ہم اہل بیت ان ناحق کے مدعیوں،  
اور تم پر ظلم و زیادتی کر لے والوں کی  
بہ نسبت تمہارے ولی امر ہونے کے  
زیادہ حقدار ہیں اور اگر تم ہم کو ناپسند  
کر لے ہو اور ہمارے حق سے ٹکرتے  
ہو اور تمہاری رائے وہ نہیں رہی جو  
تمہارے خطوط میں بیان کی گئی تھی اور  
جس کا تمہارے قاصد میرے پاس پیام  
جانا ہوں۔

اب تحریر نے آپ کی تقریر سن کر جواب میں کہا۔

انا واللہ ما ندری ما ہذا الکتاب  
المتی تذکر۔ (ص ۶۰۶)  
خدا کی قسم ہم نہیں جانتے، آپ کو  
خطوط کا ذکر فرما رہے ہیں۔

اس پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقبہ بن سحان سے فرمایا کہ خدا  
وہ دونوں خرنبین تو لاؤ جن میں میرے نام ان کو فیوں کے خطوط ہیں، چنانچہ وہ  
دونوں خرنبین جو خطوط سے پر تھیں، ان لوگوں کے سامنے لا کر خالی کر دی گئیں  
اور آپ نے ان خطوط کو پھیلا کر ان کے سامنے ڈال دیا، قرآن اب بھی یہی جواب  
دیا کہ،

فانا لسنّا هؤلاء الذین عجبوا  
ہم تو وہ نہیں ہیں جنہوں نے

ایک، وقد امرنا اذا نحن لقيناك  
 لا تفارقك حتى نقد منك على  
 عبيد الله بن زياد (ص: ۲۰۲)  
 جب تک کہ عید اللہ بن زیاد کے سامنے لے جا کر پیش نہ کر دیں۔  
 اس پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

الموت ادنیٰ ایاک من ذلک  
 اس کی تعمیل میں تو موت تمہارے زیادہ  
 قریب ہے

یہ فرما کر حضرت ممدوح نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ چلو سوار ہو کر واپس  
 چلیں۔ مگر جب یہ حضرات سوار ہو کر وطن واپس جانے کے لیے آمادہ ہوئے تو حتر  
 اور اس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حتر  
 سے فرمایا، آخر تم کیا چاہتے ہو حتر نے پھر وہی جواب دیا۔

اريد والله ان انطلق بك الى  
 عبيد الله بن زياد (ص: ۲۰۳)  
 حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔  
 اذن والله لا اتبعك۔  
 اس پر حتر نے کہا۔  
 اذن والله لا ادعك  
 خدا کی قسم، ایسی صورت میں میں نہیں تیرا  
 تابن نہیں ہو سکتا۔

خدا کی قسم میں بھی اب تمہیں نہیں چھوڑ سکتا۔  
 طرفین سے گتگو میں تخی بڑھی تو حتر کہنے لگا کہ مجھے آپ سے قتال کا تو حکم نہیں  
 ملا، البتہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب تک آپ کو کو فدیہ نہ پہنچا دوں آپ کا چھپنا چھوڑوں  
 اب اگر آپ نہیں مانتے تو پھر ایسی راہ لیجئے جو نہ کو فدیہ کو جاتی ہو اور نہ مدینہ کو، یہ  
 بات میرے اور آپ کے مابین انصاف کی ہے۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں اور آپ

پاؤں تو زید بن معاویہ کو لکھیں چاہیں عبید اللہ بن زیاد کو، شاید اللہ تعالیٰ اس میں کوئی ایسی مافیت کی صورت پیدا کر دے کہ مجھے آپ کے بارے میں کوئی ابتلا پیش آئے۔“

چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ غذیب اور قادسیہ کی راہ پر بائیں سمت کو مڑ گئے، مگر کا دستہ ساتھ نہیں چھوڑتا تھا، اگلی منزل میں جب مقام ”بیضہ“ پر پہنچے جو داقصہ اور غذیب کے مابین پانی کا ایک تالاب تھا، تو آپ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جس کا حوالہ ”داستان گو“ نے دیا ہے اور اس کے نقل کرنے سے پہلے اپنے جی سے گڑھ کر یہ اضافہ کر دیا ہے۔

”دوسرے دن آپ کے ہمراہی کو فیوں نے اصرار شروع کیا کہ آپ دمشق و جابیں اور اپنی خلافت کا اعلان کر کے اپنے والد کی طرح اہل شام سے جنگ کریں آپ نے اس سے انکار کیا حتیٰ کہ آپ نے یہاں تک فرمایا الخ“  
(”داستان کرہ“ ص ۸۷)

حالانکہ تاریخ طبری میں ہمیں اس بات کا نام و نشان تک نہیں جو ”داستان گو“ نے بیان کی ہے چنانچہ طبری کی اصل عبارت ملاحظہ ہو جو درج ذیل ہے۔

ان الحسین خطب أصحابه و أصحاب الحربابیضة فحمد الله واشنى عليه ثم قال ايها الناس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من رأى سلطاناً جائراً مستحلاً لحرم الله ناكثاً مهادناً

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام ”بیضہ“ میں پہنچ کر اپنے اصحاب اور مکر کے رفقاء کے سامنے خطبہ دیا، جس میں حتیٰ تعالیٰ نے کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا لوگو! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جو کسی ظالم مکران کو اس



اپنے نبی و اصحاب سے نہیں جو کہ مسئلہ سے آپ کے ہر کاب تھے، حق اور اس کی فوج پر محبت قائم کرنے کے بعد آپ اپنے قائلہ کے ساتھ بازم مدینہ ہونا چاہتے ہیں، حق اور اس کا رسالہ سب راہ بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور آپ کو مدینہ طیبہ کی طرف جانے نہیں دیتا، مگر ”داستان گو“ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بجانے مدینہ طیبہ کے یزید کی بیعت کے لیے دمشق جا رہے تھے اور آپ کے ساتھیوں نے سازش کر کے عمرو مغرب کے مابین کیمپ میں اچانک حملہ کر کے آپ کو شہید کر ڈالا اور پھر اس پر طبری کا حوالہ بھی دے رہے ہیں، جہنم میں کہ کون اصل کتاب سے مراجعت کرے گا جو ہمارے جھوٹ کی پول کھلے گی اور ابلہ فرسی کا پردہ ہاک ہو گا۔ بھلا سوچنے کی بات ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خطاب اپنے ان جان نثار ساٹھ کوفیوں سے کریں گے جو کہ مسئلہ سے آپ کے ساتھ تھے اور جنہوں نے آپ ہی کھانے میدان کر بلا میں جام شہادت نوش کیا (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)۔ اور طبری میں ”داستان گو“ صاحب کو وہ کونسا لفظ ملا ہے جس کا ترجمہ بڑا احمق کیا گیا ہے؟

”جلا العیون“ کے بارے میں اسی ”داستان کر بلا“ کے الفاظ ہیں

”شیعہ کتاب جلا العیون“

اس لیے ہمیں اس سے مراجعت کی ضرورت نہیں، گو ”داستان گو“ صاحب کی بات کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔ دروغ گوئی اور بہتان طرزی و دافض و لواصب دونوں کا شیلوہ ہے۔

معلوم نہیں کہ ”مجلس حضرت عثمان غنی“ کیوں عام مسلمانوں کو ایک غلط بات کو صحیح باد کرانے پر تکی ہوئی ہے، تمام اہل السنۃ و الجماعۃ حضرات، صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع کے بارے میں یہ رافضیوں کی خرافات پر

اعتماد کرتے ہیں، نہ نامیبیوں کی بکواس پر، اور نہ ان کے بڑے بھائی غازیوں کی لغو بات پر، کیونکہ رافضیوں کو حضرات خلفاء ثلاثہ اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہر ہے اور غازیوں کو حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ان کے رفقاء سے عدا ہے اور نامیبیوں کو بالخصوص حضرت علی، حضرات حسین اور ان کی اولاد امجاد رضی اللہ عنہم سے۔ ”نواصب“ کو اگلے زمانہ میں ”شیعہ عثمان“، ”رشیدہ مروانیہ“ اور ”شیعہ امویہ“ کہا جاتا تھا، بنی امیہ کی حکومت کے ساتھ ایک فرقہ کی حیثیت سے ان کا وجود بھی ختم ہو گیا تھا، اب پھر محمد احمد عباسی نے ”خلافت معادیرہ“ کہے کہ اس فتنہ کو نئے سرے سے ابھارا ہے۔ ”مجلس عثمان غنی“ بھی اپنے شائع کردہ کتابچوں کے ذریعہ اسی فتنہ کو ہوا دے رہی ہے، اور ان سادہ لوح مسلمانوں کے عقائد خراب کرنے کے واسطے ہے جس کو اپنی نادانی سے اس فتنہ کا علم نہیں کہ یہ کیا ہے، وہ اپنی سادگی سے یہی سمجھ رہے ہیں کہ یہ بھی کوئی روافض کی تردید کا مسئلہ ہے حالانکہ اصل بات یہ نہیں بلکہ یہ ناصبی شیعان عثمانؓ مجلس حضرت عثمان غنیؓ کے نام پر رافضیوں کے تمام سب و شتم کا بدلہ حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ اور ان کے صاحبزادے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لینا چاہتے ہیں پس سچ ہے۔

ماسلمہ الصدیق من رافضی      مانجی من ناصبین علیؓ

(حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی رافضی کے برابر سے محفوظ نہ رہ سکے اور نامیبیوں کی طعن سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نجات نہ ملی)

تیسرے جھوٹ کی تیقح کہ یزید (ہم) ”داستانی گو“ صاحب کی فرج نے حضرت حسین کو قتل نہیں کیا  
نے ”البدایہ والنہایہ“ کی عربی

جہارت سے اس ماستان کا آغاز کیا اور اس کا ترجمہ بھی آگے چل کر لکھا مگر صغر اور جلد کا سوال لفظ دیا یعنی (جلد ہفتم ص ۱۵۳) لکھا حالانکہ یہ جہارت جلد ہفتم میں ہے قیمت ہے ان کو یہ تسلیم ہے کہ

”البدایہ والنہایہ“ مشہور عربی تاریخ ہے

مگر تعجب ہے کہ حافظ ابن کثیر نے اسی ”البدایہ والنہایہ“ کے اسی صغیر پر جو یہ لکھا ہے وہ نظر نہ آیا۔

کتب یزید الی ابن زیاد انه قد  
بلغنی ان حسیناً قد صار الی لکوفۃ  
وقد ابتلی بہ زمانک من بین  
الازمان وبلدک من بین البلدان  
وابتلیت امتک من بین العما  
وعند هاتق او قعود عبد اکما  
ترق العبد و تعبد قتلہ ابن  
زیاد، وبعث برأسه الیه۔  
(۸-۷ ص ۱۶۵ طبع بیروت ۱۳۹۹ھ)

یزید نے ابن زیاد کو لکھا کہ مجھے یہ خبر ملی  
ہے کہ حسین کو فد کی طرف چل پڑے ہیں،  
اب زمانوں میں تیرا زمانہ اور شہروں  
میں تیرا شہر ان کے بارے میں مبتلا ہوا  
ہے اور گزروں میں تو خود ان کے معاملہ  
میں مبتلا ہو چکا ہے اور ایسی صورت  
میں یا تو تو آزاد کر دیا جائے گا یا جس  
طرح غلاموں کو غلام رکھا جاتا ہے  
تجھے بھی غلام بنا دیا جائیگا چنانچہ ابن زیاد  
نے حضرت حسین کو قتل کر کے ان کا سر  
یزید کے پاس بھیج دیا۔

اسی ”البدایہ والنہایہ“ میں یہ بھی ہے کہ

ولبت عبید اللہ بن زیاد وعمر  
بن سعد لعلہم

(ص ۱۶۰/۸)

عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد کا حضرت  
حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان  
کے رفقاء سے جنگ کرنے کے لئے بیجا

اور یہ بھی کہ

وابطاعہ عن قتالہ فارسل ابن زیاد دشمن بن ذی الجوشن و قال لہ ان تقدم عمر قتال والا قاتله وکن مکانہ فقد ویتک الامرة - (ج ۸ ص ۲۰)

عمر (ابن سعد) نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قتال میں تاخیر سے کام لیا تو ابن زیاد نے ثمر بن ذی الجوشن کو یہ کہہ کر بھیجا کہ اگر عمر قتال میں پیش قدمی کہے تو تو بھی جنگ میں شریک ہو جائیو اور نہ

عمر (ابن سعد) کو قتل کر کے اس کی جگہ خود سنبھال لیں، میں تجھ کو امیر لشکر کرتا ہوں۔ اس فوج کی تعداد جو عمر بن سعد کی گمان میں تھی، ابتدایہ و انتہایہ، ہی میں یہ بتائی ہے کہ

وكانوا اربعة آلاف يريدون قتال الديلم، فعينهم ابن زياد وعرفهم الى قتال الحسين - (ص ۱۹)

چار ہزار سپاہی تھے جو دہلیم سے جنگ کرنے کے ارادہ سے چلے تھے ان کو ابن زیاد نے قتال دہلیم سے روک کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قتال کے لیے متبیین کیا۔

عمر بن سعد کو تعمیل حکم سے کب انکار تھا جیسے ہی ابن زیاد کا حکم اس کو پہنچا، فوشب الى فرسه فركبها ثم دعا بسلاحه فلبسه وان له لمل فرسه ونهض بالناس اليهم فقاتلوه فجيئ برأس الحسين الى ابن زياد فوضع بين يديه فجعل يقول بقضيته في نفسه و

عمر بن سعد چھٹ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا پھر سواری ہی کی حالت میں اپنے ہتھیار منگوا کر ان کو اپنے بدن پر سجایا اور فوج لے کر سیدھا ان حضرات سے مقابلہ کے لیے چل پڑا، فوج نے جاتے ہی کشت و خون شروع کر دیا، چنانچہ

یقول ان ابا عبد اللہ کان قد شتمت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر

بارک کاٹ کر ابن زیاد کے سامنے ڈال دیا گیا اور ابن زیاد اپنی پٹھری ایک ناک پر دھکتا اور کہتا کہ ابو عبد اللہ کے بال تو اب پک چکے ہیں۔

(ج ۸ ص ۱۷۱)

شمر اپنی خباثت سے فوج کے سپاہیوں کو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل پر اس وقت بھی ابھار رہا تھا، جب کہ آپ کے تمام رفقاء یکے بعد دیگرے جام شہادت نوش کر کے راہی جنت ہو چکے تھے اور آپ کو وہیں میدان قتال میں ثابت قدم تھے اور کیوں نہ ہو حضرت مہدویؑ نے تو اس کو دیکھتے ہی فریاد کیا تھا۔

صدق اللہ ورسولہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانی انظر الی قلب البقع بلع فی دماغ اہل بیتی

اللہ سچا، اس کا رسول سچا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا گویا میں دیکھ رہا ہوں اس چنگبر سے کتنے کو جو میرے اہل بیت کے خون میں نہ ڈالے گا

(ابن ابی ہاشم ج ۸ ص ۱۷۱)

اس روایت کے آخر میں لکھی گئی یہ بھی تصریح ہے۔

وکان شمر قبضہ اللہ ابصر شمر اللہ اس کا بُرا کرے ہر ص میں مبتلا تھا

(ج ۱۸۹ ص ۱۷۱)

”گور“ داستان گو“ اسی کتے کو خراج عقیدت پیش کر رہے ہیں، قاتلوں کو محافظ بنا رہے ہیں۔ کہتے ہیں۔

”عمر بن سعد، شمر ذی الجوشن، خاندان علی کو کوفیوں کے حملہ سے بچانے کے لیے دوڑ کر پہنچے“

(ص ۱۰)

”عمر بن سعد اور شمر نے خاندان علی کی لختوں کو اکٹھا کیا ان کی نساہ

جنازہ ادا کی اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ دفن کر دیا، کوفیوں کی لاشوں کو وہیں پڑا رہنے دیا بلکہ دستہ کے بعض سواروں نے انھیں پاپال بھی کیا تاکہ عبرت کا سامان بن جائیں“ (ص ۱۰)

مالانکہ ”البدایہ والنہایہ“ میں اس کے برعکس مرقوم ہے۔

وقتل من اصحاب الحسین اثنان حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب  
وسبعون نفماً فدفعوا اهل میں سے بہتر نفوس شہید ہوئے جن کو  
الغاصریۃ من بنی اسد بعد ما غاصریہ کے رہنے والے قبیلہ بنی اسد کے  
قتلوا بیوم واحد لوگوں نے قتل کے دوسرے دن دفن کیا

(ص ۸-۶)

”غاصریہ“ کوفہ کے نواح میں ”کربلا“ کے قریب ایک قریہ کا نام ہے جو قبیلہ بنو اسد کا ممکن تھا، ہاں عمر بن سعد نے اپنی فوج کے مقتولین پر جو شہداء کربلا کے ہاتھوں مارے گئے تھے بے شک نماز جنازہ ادا کی تھی اور انھیں کی لاشوں کو اس نے دفن بھی کیا تھا۔ ”البدایہ والنہایہ“ میں ہے

وقتل من اهل الكوفة من اصحاب اور عمر بن سعد کے ساتھی اہل کوفہ میں سے  
عمر بن سعد ثمانیۃ وثمانین اٹھاسی اثناس قتل ہوئے، زخمیوں  
رجلاً سوی الجرحی فصلی علیہم کی تعداد ان کے علاوہ ہے، عمر بن سعد  
عمر بن سعد ودفنہم، و لے ان مقتولین کی نماز جنازہ ادا کر کے  
یقال ان عمر بن سعد امر ان کو دفن کیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ  
عشرۃ فرسان فدا سوا الحسین عمر بن سعد نے معرکہ کے دن نالی سواروں  
بحوا فرخیو لہم حتی المفقوہ کو حکم دیا جنھوں نے اپنی گھوڑوں کے  
بالارض یوم المعرکہ فأمر سموں سے حضرت حسینؓ کی تدفین فرمائی

برأسه ان يحمل من يوهب الي  
ابن زياد مع خولي ابن يزيد  
الا صبحي۔  
کے لاشہ کو پامالی کر کے پیوند زمین کو  
دیا اور آپ کے سر مبارک کے متعلق  
آرڈر دیا کہ اسی دن اس کو اٹھا کر خولی  
بن یزید اصبحی کے ساتھ ابن زیاد کو بھجوا  
دیا جائے۔ (ج ۸ ص ۱۸۹)

صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بلکہ تمام شہداء و کربلا کے  
سر کاٹ کر جہنم میں یہ ساٹھ حضرات بھی شامل تھے خولی کے ساتھ ابن زیاد کے پاس  
روانہ گود لیے گئے تھے، حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک جب  
عبید اللہ بن زیاد کے پاس پہنچا تو اس نے شہر میں منادی کرا کر لوگوں کو جمع کیا  
اور پھر ان کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں اپنی  
فتح و کامرانی کی تقریر بھی کی۔ اس تقریر میں حضرت ممدوح پر طعن و طنز بھی تھا جس  
پر عبداللہ بن عقیف ازدی نے برا فروختہ ہو کر ابن زیاد کو ان الفاظ میں ٹوکا۔

ولحک يا ابن زياد! تقتلون اولاد  
النبيين وتكلمون بكلام  
الصلديقين  
ابن زیاد تجھ پر افسوس اتم لوگ اہل بیت  
کی اولاد کو قتل کر کے صدیقیوں کی سی باتیں  
کرتے ہو۔

اس کلمہ حق کو سننے کی بجائے ابن زیاد میں تاب کہاں تھی فوراً حکم دیا کہ اس  
گستاخی کی پاداش میں اس غریب کو قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا جائے۔ زان بعد  
”سر حسین“ کا کوفہ کے تمام گلی گوجوں میں گشت کرایا گیا پھر زہر بن قیس کی محبت  
میں تمام شہداء کربلا کے مبارک سروں کو یزید بن معاویہ کے پاس شام روانہ کر  
دیا، دربار یزید میں پہنچ کر زہر بن قیس نے اپنے سیاہ کارنامہ کو جن الفاظ میں  
پیش کیا، وہ یہ ہیں۔



ابشر یا امیر المؤمنین بفتح الله علیہ  
ونصرہ، ورد علینا الحسین بن علی  
بن ابی طالب وثمانیۃ عشر من  
اہل بیتہ وستون رجلاً من شیعۃ  
فسرنا الیہم فسالنا ہم ان یتسلوا  
وینزلوا علی حکم الامیر عبید اللہ  
بن زیاد او القتال، فاختاروا القتال  
فقدونا الیہم مع شروق الشمس  
فاخطا بہم من عل ناحیۃ حتی  
اخذ السیوف ماخذھا من ہام  
القوم، فجللوا الیہم بون الی غیر  
مہرب ولا وذر، ویلوزون منا  
بالاحکام والحفر لودا کمالا ذ  
الہمام من صقر، فواللہ ما کانا  
الاجرد جزورا و لومة قابل حتی  
اتینا علی آخرہم فہاتیک  
اجارہم مجردة و  
شیارہم مزملۃ وحدودہم  
معفرة، تصہرہم الشمس  
وتسفی علیہم الدلیح و  
انزہہم العقبان والرخم

امیر المؤمنین آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف فتح و نصرت  
کی بشارت ہو حسین بن علی بن ابی طالب اور ان  
کے اہل بیت کے اٹھارہ افراد اور ان کے شیعیان  
میں ساٹھ اشخاص ہمارے یہاں وارد ہوئے  
تو ہم بھی ان کی طرف چل پڑے اور ہم نے ان سے  
یہ مطالبہ کیا کہ امیر عبید اللہ بن زیاد کے آگے  
سر تسلیم خم کر دیں اور اس کے حکم پر اپنے آپ کو  
ہمارے حوالہ کر دیں یا پھر جنگ کے لیے تیار ہو  
جائیں، انہوں نے جنگ ہی کو پسند کیا، تو ہم  
نے صبح سویرے جیسے ہی آفتاب چمکا ان لوگوں  
کو جالیا اور ہر طرف سے ان کو گھیر لیا، آخر جب  
تو اوروں نے ان کی کھوپڑیوں کی صحیح صحیح گرفت  
شروع کی، تو یہ ادھر بھاگنے لگے جدھر بھاگنے  
کی ان کے لیے نہ کوئی جگہ تھی نہ جائے پناہ اور  
جس طرح شکرہ سے کبوتر پناہ ڈھونڈتا ہے  
یہ بھی ٹیلوں اور گڑھوں میں پناہ ڈھونڈھنے  
لگے، سو خدا کی قسم بس جہنم میں اونٹ کاٹ  
کر رکھ دیا جاتا ہے یا قیلولہ کرنے والا اپنی  
غند پوری کر لیتا ہے اتنی دیر میں ہم نے ان  
کے آخری فرد تک کا کام تمام کر دیا سب  
ان کے لاشے برہنہ پڑے ہیں اور ان کے



کڑے پٹیے باپکے ہیں ان کے رخسار خاک  
میں لتھرے ہوئے ہیں دھوپ ان کو ملا رہی  
ہے اور ہوا ان پر خاک اڑاتی ہے عقاب

(البداية والنهاية ص ۱۹۱)

زحر بن قیس نے بھی اگرچہ یزید کے سامنے اپنی بہادری کی ڈینگیں مارتے ہوئے  
ان حضرات کی بجو میں کچھ کم جھوٹ نہیں لگا ہے، تاہم ”مجلس حضرت عثمان غنی“  
کے داستان گو کے علی الرغم اس نے صاف اقرار کیا ہے کہ وہ ساٹھ کوئی حضرات  
جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں تھے، انہوں نے حضرت مہر  
کی نصرت ہی میں اپنی جانیں نثار کی تھیں اور خود کو ف کے گورنر عبید اللہ بن زیاد کا  
اس بارے میں اعتراف موجود ہے یزید نے اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں جب  
حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گرفتار کرنے کی غرض سے مکہ معظمہ پر چڑھائی،  
ارادہ کیا، تو اس جہم کی سرکردگی کے لیے بھی اس کی نظر انتخاب سب سے پہلے ابن  
زیاد ہی پر پڑی تھی، چنانچہ جب اس خدمت کی انجام دہی کے لیے یزید نے اس کو  
لکھ کر بھیجا، تو ابن زیاد کی زبان سے بے اختیار یہ نکل گیا کہ

واللہ لا اجمعہا للفاسق ابدا خدا کی قسم میں اس فاسق کی خاطر کبھی بھی دولوں  
اقل بن ملت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گناہ اپنے نامہ اعمال میں جمع نہیں کر سکتا روا  
علیہ وسلم والحزو البيت الحرام اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو تو قتل  
کردیا، اب بیت الحرام پر چڑھائی کر دی

(البداية والنهاية ص ۱۹۱)  
یاد رکھئے ”داستان گو“ صاحب نے جن شہدار کرام کے بارے میں یہ ہرزہ مرنائی  
کی ہے، یہ وہی شہدار کرام ہیں جن کے بارے میں وارد ہے کہ ”وہ جنت میں بے  
حساب داخل ہوں گے“ چنانچہ حافظ ابن کثیر البدایہ والنهاية میں لکھتے ہیں۔

وقدر وی محمد بن سعد و غیره من غیر وجه من علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ موبحکربلاء عند اشجار الحنظل و هو ذاهب الی صفین، فسأل عن اسمها قتیل حربلاء فقال حرب و بلاء فنزل و صلی عند شجرة هناك ثم قال یقتل ههنا شهداء هم خیر الشهداء غیر الصحابة یدخلون الجنة بغير حساب و اشار الی مکان هناك فعلموه بتی فقتل فیہ الحسین

حافظ محمد بن سعد و غیرہ نے متعدد اسانید سے روایت کیا ہے کہ جب آپؐ "صفین" کی طرف جا رہے تھے تو مقام کربلا میں حنظل (اندرائن) کے درختوں کے پاس سے گزرے آپؐ نے اس مقام کا نام دریافت کیا تو بتلایا گیا کہ "کربلاء" ہے فرمایا کرب و بلاء ہے، پھر سواری سے اتر کر آپؐ نے وہاں ایک درخت کے پاس نماز پڑھی پھر ارشاد فرمایا کہ "یہاں وہ شہداء قتل کیے جائیں گے جو صحابہ کے علاوہ بہترین شہداء ہوں گے اور بلا حساب جنت میں جائیں گے اور یہ (فرماتے ہوئے) آپؐ نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کیا لوگوں نے وہاں کچھ انسانی بھی لگا دی۔ چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسی جگہ پر قتل ہوئے

(رج-۸ ص ۱۹۹، ۲۰۰)

**ظلم کا انجام** یزید نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل کو ختم کرنا چاہا تھا۔ مگر حق تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا کچھ ہی عرصہ کے بعد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل تو چار دانگ عالم میں پھیل گئی اور آج جنی سادات اقاہم اسلامی کے گوشہ گوشہ میں موجود ہیں۔ لیکن یزید کی نسل اسی زمانہ سے ایسی نالود ہونا شروع ہوئی کہ پردہ دنیا سے اس کا وجود ہی اٹھ گیا۔ حافظ ابن کثیر نے "البدایہ والنہایہ" میں یزید بن معاویہ کی بیٹی اوداد کو نام نہام گنا کر جن میں

پندرہ لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں، تصریح کی ہے۔

وقد انقضوا كافة فلم يبق ليزيد سب ایسے ختم ہوئے کہ یزید کی نسل میں سے عقب (ج۔ ۸ ص ۲۳۷) کوئی ایک بھی تو باقی نہ بچا۔

اور حافظ ابن کثیر ہی کے الفاظ ہیں۔

فانه لم يمهل بعد وقعة مو بلا شبه واقعه حرہ اور قتل حسین کے بعد یزید الحرة وقتل الحسين الا کو ڈھیل نہ دی گئی مگر ذرا سی تا آنکہ حق تعالیٰ یسیراً حتی قصمه الله الذی نے اس کو ہلاک کر دیا جو اس سے پہلے اور قصم الجباية قبله و اس کے بعد بھی ظالموں کو ہلاک کرتا رہا ہے بعده ، انه كان عليهما بے شک وہ بڑا علم رکھتا ہے اور بڑی قدرت قدراً۔ والا ہے۔

اور ۷۴ھ کے واقعات کے ذیل میں مسلم بن عقبہ کی موت کے سلسلہ میں کہتے ہیں۔

ثم مات قحطه الله ثم پھر مسلم بن عقبہ، اللہ تعالیٰ اس کا برا کرے  
امعه الله بيزيد بن مرگیا اور یزید بن معاویہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے  
معاوية فمات بعده اس کے پیچھے چلتا کیا اور وہ بھی اس کے بعد  
في ربيع الاول لاربعة عشرة ۱۴۔ ربیع الاول کو مرگیا اور ان دونوں کو جو  
ليله خلت منه فما امیدیں اور تو واقعات تھیں اللہ تعالیٰ نے  
منهما الله بشئ مما ان میں سے کوئی بھی پوری نہ کی بلکہ اس ذات  
رجوه واطلوه بل قهرهم قاہرہ نے جو اپنے سب بندوں پر غالب  
القاهر فوق عباده و ہے ان پر اپنا قہر نازل فرمایا اور انکی بادشاہی  
سلبهم الملک و نزعہ سلب کر لی اور ان کی سلطنت اس نے

منہم من یسزع الملك چھین لی جو جس سے چاہتا ہے اسکی سلطنت  
من یشاء۔ چھین لیتا ہے۔

اور پھر واقعہ صرہ کے مظالم کو بیان کرتے ہوئے آخر میں ان کے قلم سے یہ الفاظ نکلتے  
ہیں۔

وقد اخطأ یزید خطأ فاحشا  
فی قوله لسلیم بن عقبہ  
ان یمیم المدینة ثلاثة ايام،  
وهذا خطأ کبیر فاحش، مع  
ما انفجر الی ذلک من قتل  
خلق من الصحابة وابناءهم  
وقد تقدم انه قتل الحسين  
واصحابه علی یدی عید اللہ  
ابن زیاد وقد وقع  
فی هذه الثلاثة ايام  
من المفسد العظيمة  
فی المدینة النبویة مالا  
یحید ولا یوصف، مما  
لا یعلم الا الله عز وجل  
وقد اراد بارسال صلوات  
ابن عقبہ توطید سلطانه  
وصلواته، ودوام ايامه

اور بے شک یزید نے مسلم بن عقبہ کو یہ حکم دے کر  
کہ "تو قین دن تک مدینہ منورہ کو تباہ و تاراج  
کیجو،" فحش غلطی کی۔ یہ نہایت بڑی اور فاحش  
خطا ہے اور اس خطا کے ساتھ صحابہ کرام  
اور اولاد صحابہ کی ایک غلقت کا قتل اور  
شامل ہو گیا اور سابق میں گزر چکا کہ عبید اللہ  
بن زیاد کے ہاتھوں حضرت حسین رضی اللہ  
عنه اور ان کے اصحاب کو شہید کر دیا گیا  
اور ان تین دنوں میں مدینہ نبویہ میں وہ عظیم  
مفسد برپا ہوئے کہ جو حد و شمار سے باہر  
ہیں اور جن کا بیان کرنا بھی ممکن نہیں۔ بس  
اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کا پورا علم کسی  
کو نہیں۔

یزید نے تو مسلم بن عقبہ کو بھیج کر اپنی بادشاہی  
اور سلطنت کو مضبوط کرنا چاہا تھا اور اس  
کا خیال تھا کہ اب بلا نزاع کے اس کے ایام  
سلطنت کو دوام نصیب ہو گا۔ مگر اللہ تعالیٰ

لا یعلم الا الله عز وجل  
وقد اراد بارسال صلوات  
ابن عقبہ توطید سلطانه  
وصلواته، ودوام ايامه

من غیر منازع ، فمابقہ  
 اللہ بقیض قصدہ  
 و حال بینہ و بین  
 ما یشہید ققصمہ اللہ  
 قاصم الجبابرۃ و اخذہ اخذ  
 عزیز مقتدر و عَذْلُکَ اُخْذُ  
 رَبِّکَ اِذَا اَخَذَ الْفُرْی  
 وَهْ ظَالِمٌ اِنْ اَخَذَ  
 اَلْبَیْءَ شَدِیْدٌ۔

نہ اس کی مراد کوالٹ کرا سے منراوی  
 اس کی ذات عالی یزید کے اور اسکی خواہش  
 کے درمیان مائل ہو گئی کہ اس کی تمنا پوری  
 نہ ہو سکی، چنانچہ اللہ عزوجل نے جو ظالموں  
 کی کمر توڑ کر رکھ دیتا ہے اس کی کمر بھی توڑ ڈالی  
 اور اسی طرح اس کو دھر پکڑا جس طرح کہ  
 ہر چیز پر غالب اور اقتدار والا پکڑا کرتا ہے  
 ”اور ایسی ہی ہے پکڑ تیرے رب کی جب  
 پکڑتا ہے سستیوں کو اور وہ ظلم کرتے ہیں،  
 بلکہ شک اس کی پکڑ دردناک ہے شدت کی“

(البدایہ والنہایہ ج - ۸ ص ۲۲۶)

دیدہ کہ خون ناحق پروانہ شمع را  
 امویوں کا زوال یزید سے عبرت پکڑنا

چند امان نداد کہ شب را سحر کند  
 خلیفہ عبد الملک اموی نے یزید  
 کے زوال اقتدار سے عبرت پکڑ

کہہ ہی اپنے گورنر حجاج بن یوسف کو لکھا تھا کہ  
 جنینی و ماء آل بنی ابی طالب فانی  
 رایت آل حرب لعا تہجموا  
 بہا لہ یصروا

مجھے آل بنی ابوطالب کی خونریزی سے بچاتے  
 رہنا کیونکہ میں آل حرب کا انجام دیکھ چکا  
 ہوں کہ یہ جب ان کی خونریزی پر پل پڑے تو  
 بے یار و مددگار ہو کر رہ گئے۔

(تاریخ یعقوبی ص ۲۰۳ طبع بیروت ۱۳۶۹ھ)

طہ قرآن پاک کی آیت ہے۔  
 ”ہے ”حرب“ یزید کے پروانہ کا نام ہے اور یہاں ”آل حرب“ سے خود یزید مراد ہے۔  
 ”ہے“ بمعنوی اگرچہ شعی ہے مگر ہم نے یہاں اس کا حوالہ قصداً دیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ خود ان  
 بقیہ ص ۵۹

افسوس یہ نابصی حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان ہی سے نادانوں نے  
حافظ ابن کثیر نے اس دور کا باطل صحیح نقشہ کھینچا ہے کہ

اناس انما ميلهم الى الحسين سب لوكون كميلان حضرت حسين رضی اللہ تعالیٰ  
لانه السيد الكبير و ابن بنت عنہ ہی کی طرف تھا کیونکہ وہی سید کبیر اور سبط  
رسول الله صلى الله عليه وسلم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اس وقت  
فليس على وجد الارض يومئذ احد روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ جو فضل  
يساميه ولا يساويه ولكن الدولة و کلاں میں، آپ کا مقابلہ یا برابری کر سکے  
البرذبة كانت كلها تناونه۔ لیکن بڑی حکومت ساری کی ساری آپ  
(البدایہ والنہایہ ج - ۸ ص ۱۵۱) کی دشمنی پر انرا آئی تھی۔

یہ ہے اختصار کے ساتھ صورت واقعہ کا اصل نقشہ جو حافظ ابن کثیر کی ہنسو عربی تاریخ  
”البدایہ والنہایہ“ سے اپنی کے الفاظ میں آپ کے سامنے پیش کیا گیا، لیکن ”داستان گو“  
صاحب کو ان تمام حقائق سے انکار ہے، وہ اپنی من گھڑت ہی دہرائے جاتے ہیں اور ان  
کو تاریخ ابن کثیر کا صرف وہی ایک فقرہ یاد ہے جو انھوں نے مسلمانوں کو مغالطہ دینے  
کے لیے نقل کیا ہے، اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے سے بچائے۔

داستان گو کا حضرت ابن زبیر پر افتراء (۵) ”داستان گو“ صاحب آگے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بنو ہاشم کی خونریزی سے بچتے تھے درہ اس امر کا ذکر ابن تیمیہ کی مہاج النہ  
میں بھی منقولہ و جگہ آیا ہے اور اسی لیے بنی امیہ کی شاخ بنی مروان سے بنی ہاشم کی قرابتیں بھی جاری  
رہیں اور ان میں باہمی رشتہ مناکحت بھی ہوتا رہا ہے۔ درہ خاندان یزید اور خاندان حسین  
میں واقعہ کہ بلا سکتے بلکہ قرابت کا کوئی سلسلہ قائم نہ ہوا۔ جیسا کہ محمود احمد عباسی نے  
خلافت معاویہ و یزید میں مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔

چل کر ”اصل حقیقت“ کے زیر عنوان پھر اسی بات کو نئے سرے سے دہرا کر بلا فری کی اس طرح کوشش کرتے ہیں۔

”حضرت حسینؑ کا قتل ان کو فیوں نے کیا جو آپ کو مکہ سے لے کر آتے تھے، اس کا ثبوت طبری کی اس روایت سے مل جاتا ہے جس میں اس حادثہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی تقریر کا ذکر ہے طبری حصہ چہارم باب ۱۱ کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے قتل حسین کے سانحہ کی اطلاع پا کر اہل مکہ کے سامنے یہ تقریر کی تھی۔

”اہل عراق میں اکثر یہ کہہ رہے تھے کہ ان میں اہل کوفہ خیرین ہیں، حسینؑ کا انہوں نے اس لیے ہلاک کیا کہ ان کی مدد کریں گے، جب وہ ان کے پاس چلے گئے تو ان سے دشمنی کھڑے ہو گئے، واللہ حسینؑ یہ بات نہیں سمجھے کہ اس انہوہ کثیر ہیں ان کے نقص سامتی بہت تھوڑے ہیں۔“

”ان کے لقمہ اہل خاندان نے بھی ان کے قتل کا الزام کو فیوں پر ہی عائد کیا عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی کو فیوں کی غداری کو ہی قتل کا موجب بتایا اور اس وقت کی پوری سلاسل دنیا نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا چنانچہ جن لوگوں اور گروہوں نے اس زمانہ میں کسی دہرے ملامت کے خلاف بغاوت کی وہ ان میں سے کسی نے خلیفہ یا اس کے عمال پر حضرت حسینؑ کے قتل کی ذمہ داری عائد نہیں کی؟“

(داستانِ کربلا، ص ۲۵۴)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو تقریر ”داستانِ کربلا“ صاحب نے نقل کی ہے غور فرمائیے! اس میں کہاں یہ ذکر ہے کہ ”آپ کو اپنی ساٹھ کو فیوں نے شہید کیا ہے جو آپ کے ہمراہ مکہ منظر سے گئے تھے“ کیا ان ساٹھ افراد کے علاوہ کوفہ میں اور کوئی متنفذ نہیں رہتا تھا؟ کیا کوفہ کی آبادی بس ان ہی ساٹھ نفوس پر مشتمل

تھی؛ کیا زبیدی لشکر جس کی نفری چادر ہزار تھی اور جو عمر بن سعد کی سرکردگی میں ابی زیاد کے حکم سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے آیا تھا کوفہ سے نہیں آیا تھا؛ کیا اس فوج کے افراد کوفہ کے رہنے والے نہ تھے؛ کیا شمر کوئی نہ تھا؛ کیا عمر بن سعد کوفہ سے نہیں آیا تھا؛ کیا عبید اللہ بھی زیاد اس وقت کوفہ کا گورنر نہ تھا؛

یہی کوئی تو تھے جو ابن زیاد کی ترغیب و تحریص پر عمر بن سعد کے

زیر کان حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑنے کے لئے آئے یہی ان بہتر نفوس کے قاتل ہیں جن میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ان کے اہل بیت اور وہ ساتھ کوئی شامل ہیں جو حضرت ممدوح کے ساتھ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے ”داستان کو“ صاحب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اہل بیت کرام کے خون کا الزام خلیفہ یزید، اس کے براہِ عمل عمال اور یزیدی دستہ فوج کی بجائے جو تمام ترکو فیوں پر مشتمل تھی اور جس کو ابن زیاد نے زور و زبر سے رام کر کے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا تھا، ان کوئی شہیدان کربلا پر ڈالنا چاہتے ہیں جنہوں نے بڑی بہادری کے ساتھ برضا و رغبت حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اپنی جانیں قربان کیں، ظاہر ہے جو شخص بھوٹ بولنے سے ذرا نہ شرماتا ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہت جوڑنے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہتمم کرے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو عجمی سازش کا نتیجہ قرار دے کر اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور افرادِ بنی ہاشم کو ملوث کرے، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ملوایوں کو کسانے اور ان کی قیادت کرنے کا الزام حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عائد کرے



اور حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے سلسلہ میں بقیہ حضرات عشرہ مبشرہ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور ان حضرات کے صاحبزادگان حضرات حبیبہؓ، حضرت محمد بن طلحہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ذمہ وار ٹھہرائے اس سے اس کے سوا اور کیا امید کی جاسکتی ہے کہ وہ خود ”شہداء کربلا“ کو حضرت حبیبہؓ اور ان کے اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قاتل بتلائے ایسا شخص بتنا بھی جھوٹ بولے کم ہے! انوس ان سادہ لوح حضرات پر ہے جو اس مجلس کے جلسوں کی صدارت کرتے ہیں، اس کے کتا پھول پر تقریظیں لکھتے ہیں، ان کی مالی امداد کے اس کے ان کتا پھول کو جو جھوٹ کی پوٹ میں پھونکتے ہیں اور پھر ان کو خرید کر باٹھے اور تقسیم کرتے ہیں۔

فان كنت لا تدري فتلك مصيبة وان كنت تدري فالمصيبة اعظم  
 (اگر تم جانتے نہیں تو یہ مصیبت ہے اور جو جانتے ہوئے (ایسا کرتے ہو) تو پھر بہت ہی بڑی مصیبت ہے۔)

”داستان گو“ صاحب کو اتنا بھی یاد نہ رہا کہ میں پہلے یہ لکھ آیا ہوں کہ  
 ”بہر حال عمر بن سعد اور شمر نے خاندان علیؓ کی نعشوں کو اکٹھا کیا، ان کی  
 ناز جنازہ ادا کی اور ان کو نہایت احترام کے ساتھ دفن کر دیا۔۔۔۔۔  
 خاندان علیؓ کے بچے کچھ افراد خواتین کو کوفہ لاکر آرام سے رکھا، جو لوگ زنجی  
 ہو گئے تھے ان کا علاج کیا۔

کوفہ میں بعض شیعیان علیؓ نے خفیہ طور سے ان حضرات سے ملاقات  
 کی اپنی ہمدردیاں بتائیں، انھیں شام جانے سے روکنا چاہا اور مشورہ دیا

”داستان گو“ کی اس افتراء پر دوازی کی تفصیل معلوم کرنا ہو تو رسالہ اکابر صحابہ پر بہتان  
 ملاحظہ فرمائیے۔

کو مکہ چلے جائیں، لیکن حضرت حسینؑ کے صاحبزادے زین العابدینؑ نے  
 جینیں زخمی کر کے کوئی سمجھتے تھے کہ مر چکے ہیں مگر خوش قسمتی سے زندہ بچ  
 گئے تھے اور اب کوفہ میں ابن زیاد، عمر بن سعد اور ثمر ذی الجوشن کی سر  
 پرستی و دیکھ بھال میں علاج کرا رہے تھے۔ فرمایا

”میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا تم نہیں جانتے کہ تم نے  
 ہی میرے پدر بزرگوار کو خطوط کھجور اور فریب دے کر ہلایا  
 اور ان سے جنگ کر کے انھیں مار دیا، اے خدا رو! اے  
 مکار و ایں ہرگز تیار سے فریب میں نہیں آؤں گا، ہرگز تیار سے  
 قتل و قہر پر، اعتبار نہیں کروں گا، میرے باپ اور میرے  
 اہل خانہ ابھی کلی تمہارے کمر سے قتل ہوئے ہیں میں سے نہیں  
 بھول سکتا ہوں۔“ (شیعہ کتاب، جلد ۱، المیون باب ۱۵ فصل ۱۵)  
 یہی جواب سیدہ زینبؑ نے دیا، آپؑ نے یہاں تک کہا  
 کہ تم ہمارے پاس گریہ و ماتم کرتے ہوئے آئے ہو حالانکہ تم نے  
 ہی ہمیں قتل کرایا ہے، جاؤ یہ مار کا دھبہ اب رونے سے  
 زائل نہیں ہو سکتا۔ (شیعہ کتاب، جلد ۱، المیون باب ۱۵ فصل ۱۵)

”فاطمہ بنت حسینؑ نے بھی یہی زبرد توہین کی“ (داستان کربلا ص ۶۱، ۱۲۷)

”داستان گو“ صاحب اپنی بنائی ہوئی داستان پر غور کر کے فرمایا بتائیں کہ حضرت  
 زینبؑ، حضرت زینبؑ اور حضرت فاطمہ بنت حسینؑ رحمہم اللہ تعالیٰ کے پاس کوفہ میں  
 جو بعض شیعیان علیٰ تنہیہ طور سے ملاقات کے لیے آئے، اپنی ہمدردیاں جمائیں اور  
 انھیں شام جانے سے روکنا چاہا اور مشورہ دیا کہ کچلے جائیں، اور جن کے غلط مشورے  
 اور ہمدردیاں جتانے سے ان تینوں حضرات نے مرہم ہو کر ان سے یہ گفتگو کی جو داستان گو

صاحب نے ”بلار الیون“ کے حوالہ سے نقل کی ہے، کیا یہ وہی مرد ہے جسے دوبارہ زندہ ہو کر ان حضرات کے پاس آگئے تھے جن کو بقول ان کے ابھی کل شام غیر گھیر کر اوپر پکڑ کر عربی سعاد و شمر ذی الجوشن اور ان کے شکریوں نے قتل کر ڈالا تھا اور ان کے دستہ کے بعض سواروں نے ان کی وشلوں کو ہمال بھی کیا تھا، تاکہ عبرت کا سامان بن جائیں، یعنی وہی ساٹھ کو فی ”شہسار کربلا“ (رحمہم اللہ تعالیٰ) کے جن کو قاتل ٹوک صاحب حضرت حسین اور ان کے اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قاتل بتاتے ہیں یا یہ وہ لوگ تھے جو حمید اللہ بن زیاد کے دباغیں اگر عمر بن سعد کی لکائی ہیں اور شمر کی حیثیت میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ہاتھاروں سے لڑنے آئے تھے اور جو واقعی حضرات ”شہسار کربلا“ کے اصل قاتل تھے اور اس لیے بجا طور پر زجر و توبیخ کے مستحق اور لعن طعن کے قابل تھے، اس لیے ان کو جنتی بھی سرزنش کی جاتی کم تھی۔

اب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تقریر کے اصل الفاظ بھی پڑھ لیجئے جس کو احمد حسین کمال نے مؤرخ طبری کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور اس پر غور کیجئے کہ یہ صاحب زیب داستان کے لیے صورت واقعہ کو مسخ کرنے میں کیسا کمال دکھاتے ہیں تاریخ طبری کی عبارت درج ذیل ہے

لما قتل الحسين عليه السلام جب حضرت حسین علیہ السلام قتل کر دیے گئے  
 قاه ابن الزبير في اهل مكة تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اہل  
 وعظم مقتله وعاب اهل مكة کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی اور ان کے  
 انكوفة خاصة ولام اهل العراق قتل کو بہت بڑا سانحہ قرار دیا، اہل کوفہ کا خصوصیت  
 عامة، فقال بعد ان حمد الله و کے ساتھ عیب بتایا اور عمومی طور پر اہل عراق  
 اشنى عليه وصلى على محمد صلى کو عمت کی، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد  
 الله عليه وسلم ان اهل العراق و ثنا کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فزود

مُذَرِّ فُجْرٍ اَلْقِلَافِ وَاَنْ اَهْلُ  
 الْكُوفَةِ شَرُّ اَهْلِ الْمِرَاقِ وَاَنْهُمْ  
 دَعَوْا حُسَيْنًا بِنَصْرُوهُ وَاَنْ يُوْتُوهُ  
 عَلَيْهِمْ ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ ثَارُوا  
 اِلَيْهِ ، فَقَالُوا لَوْ اَمَّا اَنْ تَضَعَ يَدَكَ  
 فِي اَيْدِنَا فَنَمُوتَ بِكَ اِلَى ابْنِ زِيَادٍ  
 بَنِ سَمِيَةَ سَلَامًا قِيَمَضَى فَيَلُكُ  
 حَكْمَةً وَاَمَّا اَنْ تَحَادِبَ ، فَرَأَى  
 وَانَّهُ اِنَّهُ هُوَ وَاَحَدٌ حَابِيهِ قَيْلٌ  
 فِي كَثِيرٍ ، وَاَنْ هَانَ اَللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ  
 لَمْ يَطْلِعْ عَلَى الْغَيْبِ اَحَدًا اِنَّهُ  
 مَقْتُولٌ ، وَلَكِنَّهُ اخْتَارَ الْمَبِيتَةَ  
 الْكَرِيْمَةَ عَلَى الْحَيَاةِ الذَّمِيْمَةِ  
 فَرَحِمَ اَللّٰهُ حُسَيْنًا وَاَخْزَى ،  
 قَاتِلَ الْحُسَيْنِ ، لَعْنَتُ لِقَدْ كَانَ  
 مِنْ خَلَافِهِمْ اِيَّاهُ وَاَنْ  
 غَضِبَانَهُمْ مَا هَانَ فِي  
 مَثَلِهِ وَاَعْظَمَ وَاَنَّهُ عَنْهُمْ  
 وَابْنُهُ مَا حَتَمَ نَازِلُ  
 وَاِذَا اَسْرَدَ اَللّٰهُ اَمْرًا لَنْ  
 يَدْفَعُ اَقْبَعُ الْحُسَيْنِ

بھیجنے کے بعد فرمایا کہ اہل عراق میں قلیل تعداد کو  
 مستثنیٰ کر کے اکثر خدا را درجہ کا رہیں اور کو فوٹے  
 تو اہل عراق کے بدترین لوگ ہیں ، انھوں نے  
 حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیے دیا  
 تھا کہ ان کی مدد کریں گے اور انی کو اپنا ولی بنائیں  
 گے ، پھر جب وہ ان کے پاس پہنچ گئے تو ان  
 کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ان سے مقابلہ  
 کرنے لگے کہ یا تو آپ اپنا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں  
 پکڑائیں تاکہ ہم آپ کو گرفتار کر کے بھرت بن  
 زیاد بن سمیہ کے پاس پہنچا دیں اور وہ اپنا حکم  
 آپ پر چلائے ورنہ آپ جگ کے لیے تیار  
 رہیں ، سو بخدا حسین نے یہ دیکھتے ہوئے کہ ان  
 کی کثیر تعداد کے مقابل میں آپ کی اور آپ کے  
 اصحاب کی تعداد قلیل ہے اور گو اللہ عزوجل  
 نے کسی کو غیب کی خبر نہ دی کہ وہ ضرور قتل ہو کر  
 رہے گا ، تاہم آپ نے عزت کی موت کو ذات  
 کی زندگی پر ترجیح دی ، اللہ تعالیٰ حسین پر رحمت  
 نازل فرمائے اور ان کے قاتل کو رسوا کرے  
 بخدا میں اہل لوگوں نے حضرت حسین رضی اللہ  
 عنہ جیسے شخص کی جس طرح سے مبالغہ اور  
 تافرتائی کی وہ ان کے طرز عمل سے نصیحت پکڑنے

نَطْمَنُ إِلَى عَوْلَادِ الْقَوْمِ وَ  
نَصَدَقَ قَوْلَهُمْ وَ لَقِيلَ  
لَهُمْ عَهْدًا ! لَا وَلَا  
نَرَاهُمْ لَذَالِكَ أَهْلًا  
أَمَّا وَاللَّهِ لَقَدْ قَتَلُوهُ،  
طَوِيلًا بِاللَّيْلِ قِيَامُهُ  
كَثِيرًا فِي النَّهَارِ صِيَامُهُ  
أَحَقُّ لِمَا هُمْ فِيهِ مِنْهُمْ  
أَوَّلَى بِهِمْ فِي الدِّينِ وَ  
الْفَضْلِ، أَمَّا وَاللَّهِ مَا  
حَانَ يَبْدُلُ بِالْقُرْآنِ  
الْفُتَا، وَلَا بِالْبَكَارِ مِنْ عَشِيَةِ اللَّهِ الْمَدَاءِ،  
وَلَا بِالْهَيَامِ شَرْبِ الْحَرَامِ، وَلَا  
مَالِ الْجَالِسِ فِي حُلُقِ الذِّكْرِ  
الرَّكُضِ فِي تَطْلَابِ الصِّيدِ  
يَعْرِضُ بِيَزِيدَ فَسَوْفَ  
يَلْقَوْنَ غَيًّا۔  
تاریخ الطبری ج۔

ص ۴۴۵، ۴۴۶

اور ان سے روکنے کے لیے کافی تھا لیکن جو تقدیر  
میں ہوتا ہے پورا ہو کر رہتا ہے اور جب اللہ  
تعالیٰ کسی معاملہ کا ارادہ فرمالتے ہیں تو اس کو  
ہرگز مالا نہیں جاسکتا، سو کیا اب حسین کے بعد  
بھی اس حکمران قوم پر اطمینان کریں ان کے قول  
کی تصدیق کریں اور ان کے ہمد کو قبول کریں نہیں  
ہیں ہم ان کو اس کا اہل نہیں سمجھتے، خدا کی قسم  
انہوں نے اس حسین کو قتل کیا جو راہ کو دور  
ایک نمازوں میں گھر سے رہتے اور دن میں کثرت  
سے روزے رکھتے تھے اور جو اقتدار ان کو ملا  
ہے وہ اس کے ان سے زیادہ حقدار اور دین  
اور فضل کے اعتبار سے زیادہ مستحق تھے، بخدا  
وہ تلاوت قرآن کی بجائے گانے بجانے اور  
خوب الہی سے، نہ کی سمجھا، یہ لڑے اور معرود  
کا شغل نہیں رکھتے تھے، نہ روزوں کی بجائے  
شراب خواری میں مصروف رہتے تھے، نہ ذکر  
الہی کی مجالس کو چھوڑ کر شکار کی جستجو میں گھوڑے  
کو ایڑ لگایا کرتے تھے یہ سب باتیں یزید پر ظن  
تھیں، شمولیہ لوگ مغرب و آخرت میں اذیابی  
دیکھیں گے۔

اس تقریر کو پھر پڑھیے یہ یزید اور اس کی کوئی فوج کا بیان ہو رہا ہے، یا حضرت

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھی ”شہداد کربلا“ کا، یہ شغل بے نوشی، یہ سیر و شکار کی معروفیت، یہ نغمہ و سرود کے مشغلے کنس کے کردار پر طعنے ہیں، کیا یزید کے کردار پر نہیں؟ جس نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آمد کی خبر سن کر عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنایا اور ہجر ابن زیاد نے کوفیوں کو ترغیب و ترمیب سے حضرت ممدوح سے غداری پر آمادہ کیا اور عمر بن سعد کو سالار لشکر بنا کر آپ کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ اسی حکومت اور اس کے کارمدوں کے بارے میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ ان لوگوں پر ہم کیونکر اطمینان کریں اور ان کی باتوں کو ہم کس طرح سچ جانیں اور ان کے وعدہ و پیمان پر کس طرح اعتماد ہو کہ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شہیدیت کو قہر شہید کر دیا اور یزید جیسے بدکردار کے تابع فرمان ہیں، کیا اس قدر ترس و قہر حسین کی ذمہ داری یزید پر نہیں ڈالی گئی؟ مگر ”داستان گو“ صاحب داستان سرائی میں مصروف اور افسانہ نویس میں کم ہیں۔

یزید کی برائت کے سلسلہ میں داستان سرائی (۶) حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ

شہادت پر یزید اور یزیدی حکومت کے خلاف آپ کے یوم شہادت سے لے کر آج تک جو احتجاج ہوا اس سے پوری اسلامی دنیا کا بچہ بچہ واقف ہے مگر ”داستان گو“ صاحب ابھی تک اس سے انجان بنے ہی تحریر فرماتے ہیں

”اس وقت کی پوری اسلامی دنیا نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا، چنانچہ جن لوگوں اور گروہوں نے اس زمانہ میں کسی وجہ سے خلافت کے خلاف بغاوت کی، ان میں سے کسی نے بھی خلیفہ یا اس کے عامل پر حضرت حسینؑ کے قتل کی ذمہ داری عائد نہیں کی“ (داستان کربلا ص ۲۵)

حالانکہ خود بدولت ہی اپنے پہلے کتابچہ ”حضرت عثمان کی شہادت کیوں اور کیسے“

میں یہ تحریر فرما چکے ہیں کہ

”حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی دینی، سیاسی اور تاریخی عظمت سجا اور ان کے عظیم ترین کارنامے و فتوحات تسلیم، لیکن حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کی شہادت کے جس سازشہ پس منظر میں خلافت کا عہدہ سنبھالا تھا اور اندرونی طور پر حضرت عمرؓ کے صاحبزادہ حضرت عبید اللہ کے قتل کرنے کے اندرونی دباؤ اور مطالبہ سے دوچار ہونا پڑا تھا جس کے ان لینے سے امت مسلمہ فوراً دو ٹکڑوں میں بٹ کر مستقل باہمی تصادم میں مبتلا ہو سکتی تھی، جیسا کہ واقعہ قتل حسین کے بعد ہو گئی“ (ص ۳۰)

تعب ہے کہ یہ ان لینے کے بعد بھی کہ

”واقعہ قتل حسین کے بعد امت مسلمہ فوراً دو ٹکڑوں میں بٹ کر مستقل باہمی تصادم میں مبتلا ہو گئی“

داستان کربلا کہنے بیٹھے تو سب کچھ فراموش کر کے بالکل اسجان بن گئے سچ ہے دروغ گو را حافظ نہا شد

اب ذرا کمال صاحب اپنے حافظ پر زور ڈال کر سوچیں کہ امت یزید اور اس کے بد اعمال عمال حکومت کے خلاف ہو گئی ہے یا ان ساٹھ کوئی ”شہداء کربلا“ کے کہ جو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت میں درجہ شہادت پر فائز ہو کر داخل جنت ہوئے

**خاندانِ حسینی کے وظائف مقرر کرنے کا افسانہ** (۷) اور ”داستان گو“ صاحب نے جو یہ بات

بڑے مزے لے لیے کہ بیان کی ہے کہ

”خلیفہ یزید نے اپنے والد حضرت معاویہؓ کے طریقے کے مطابق حضرت حسین کے صاحبزادے علی المعروف زین العابدینؓ اور دوسرے افراد

خاندان کے پیش بہادری سے مقرر کر دیے اور یہ حضرات نہایت اطمینان و آرام کے ساتھ کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندگی بسر کرتے رہے۔  
(”داستان کربلا“ ص ۱۲)

اگر یہ بات صحیح ہے تو ”داستان گو“ صاحب ذرا بتائیں کہ پیش بہادری سے مقرر کرنے والی اپنی ذاتی اور خاندانی جاگیر سے مقرر کیے تھے یا حکومت کے بیت المال سے، اگر بیت المال سے مقرر کیے تھے تو حضرت زین العابدین اور دوسرے افراد خاندان ان پیش بہادری والوں کے مستحق بھی تھے یا نہیں، اگر مستحق تھے تو پہلے سے کیوں مقرر نہیں کیے اور اگر غیر مستحق تھے تو مزید کہ مسلمانوں کے بیت المال میں بے جا تصرف کرنے کا کیا حق حاصل تھا جو اس نے اپنی طرف سے ان کے پیش بہادری سے مقرر کر دیے اور یہ حضرات کئی پشتوں تک ان وظائف پر زندگی بسر کرتے رہے۔

**یزید کی جانشینی کی زالی توجہ** (۸) ”داستان گو“ صاحب نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بارے میں یہ داستان

گھر خٹنے کے بعد اس کے پس منظر میں واقعات کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ”حضرت معاویہؓ نے یہ محسوس کر کے کہ ان کے بعد خلافت کے سوال پر مسلمانوں کے درمیان پھر کوئی نزاع نہ اٹھ سکے، ہواپنی وفات سے پیشتر مسلمانوں اور اہل مدینہ سے مشورہ و استصواب رائے کے اپنے بیٹے یزید کے لیے جانشینی کی بیعت عام لے لی۔

چونکہ مملکت اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ بلکہ غالب اکثریت والا حصہ بادِ عجم پر مشتمل تھا اور اہل عجم اسی حکمران کی اطاعت کرتے تھے جو حکمران کے خاندان کا ہو اس کا بیٹا ہو یا اس کے خاندان کا کوئی فرد ہو نیز بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کی طرف سے خلافت کے استحقاق کے دعویٰ نے



نئے خلیفہ کے مشورہ عام سے منتخب ہونے کے امکانات معدوم کر دیے تھے اور منصب خلافت کو ایک ترائی امر بنا دیا تھا، اس لیے حضرت معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا اور اس وقت زندہ تمام اصحاب رسول و ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ اور پوری مملکت کے عوام سے استصواب کے امیر نذیر کی دلی عہدی کی بیعت عام لے لی۔

اس دوران کو فرمیں رہنے والے قاتلان عثمان کے گروہ کے افراد نے حضرت حسینؑ سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت حسن فوت ہو چکے تھے اور یہ لوگ اگر حضرت حسین کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے رہے حضرت معاویہؓ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت حسین کو خط لکھ کر اس صورت حال پر متنبہ کیا تو حضرت حسین نے جواب میں لکھا کہ ”میں نہ آپ سے لڑنا چاہتا ہوں اور نہ آپ کی مخالفت کے

درپے ہوں“ (اخبار الطوال)

نتیجہ میں حضرت معاویہ کی وفات ہو گئی، آپ کے بعد امیر نذیر جانشین ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی، مدینہ میں جب بیعت لیا شروع ہوا اور حضرت حسین کو بلایا گیا تو آپ نے مدینہ کے گورنر سے کہا کہ ”مجمع عام میں بیعت کی جائے، وہیں میں بھی بیعت کروں گا۔“

(طبری۔ اخبار الطوال)

لیکن دوسرے دن آپ کے لیے روانہ ہو گئے، آپ کے ہمراہ آپ کی ہمیشہ گمان ام کلثوم، زینب، آپ کے برادران ابوبکر، جعفر اور عباس اور آپ کے برادر زادگان یعنی فرزندان حضرت حسن بھی تھے، البتہ آپ کے

ایک بھائی محمد بن حنفیہ اور بہت سے اہل خانہ ان ساتھ نہیں گئے، مدینہ کے کوڑے اور حکام نے کوئی قرض نہیں کیا اور حضرت حسین کو ان کے اہل خانہ کے ساتھ کہ چلے جانے دیا، راستہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو، جواب دیا کہ جا رہا ہوں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ کہیں کوڑے کے شیعان اہل علی کے پاس تو نہیں جا رہے ہو؟ ان لوگوں نے آپ کے والدہ اور آپ کے بھائی کے ساتھ جو سلوک کیا اُسے یاد رکھیے اور ان کے فریب میں نہ آئیے گا۔ (اخبار الطوال)

کوڑے کے شیعان اہل علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسین، یزید کی بیعت کے بغیر مدینہ سے نہ آگئے ہیں تو انہوں نے سلیمان بن صرد کے گھر جیسے کہ مشورہ کیا اور عبداللہ بن سلیمؓ ہمدانی اور عبداللہ بن وداکؓ سلمی کے ہاتھ اس مضمون کا خط حضرت حسین کو بھیجا کہ

”آپ کو ذرا عیش ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور یہاں کے حاکم نفاذ بن ابیشر کو جو انصاری ہے نکال دیں گے“

حضرت حسین کے پاس صبح یہ دونوں قاصد پہنچے اور شام کو مزید دو قاصد پہنچاں سپاس خطوط جن پر دو دو چار چار اشخاص کے دستخط تھے لے کر پہنچ گئے مضمون ایک ہی تھا کہ کوڑے تشریف لائیے اور بیعت لیجئے، غرض کہ ہر روز صبح و شام کوڑے سے آنے والے قاصدوں کا تانا باندھا گیا، حضرت حسین نے ان تمام خطوط کو بحفاظت رکھا اور اپنے بھائی مسلم بن عقیل کے ذریعہ ایک خط اہل کوڑے کے نام جواب میں بھیجا کہ ان آئندہ خطوط کی تصدیق ہو جائے۔ (اخبار الطوال)

بعد کے واقعات اور انجام آپ شروع میں پڑھ چکے ہیں (دلائل کریماتہ ۲۴۱)

”داستان گو“ صاحب کو ایک ہی سانس میں متضاد باتیں کرنے میں ذرا ہلک نہیں چنانچہ جہاں وہ یہ فرما رہے ہیں کہ

”بنی ہاشم اور ان کے حامیوں کی طرف سے خلافت کے استحقاق کے دعویٰ نے نئے غلیفہ کے مشورہ عام سے منتخب ہونے کے امکانات معدوم کر دیئے تھے اور منصب خلافت کو ایک نزامی امر بنایا تھا (ص ۲۱) اسی کے ساتھ بلا توقف یہ بھی ارشاد ہو رہا ہے کہ

”اس لیے حضرت معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا اور اس وقت زندہ تمام اصحاب رسول و ازواج رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ اور پوری مملکت کے عوام سے استصواب کر کے امیرِ یزید کی ولی عہدی کی بیعت عام لے لی (ص ۲۱) نیز یہ کہ حضرت معاویہ نے یہ محسوس کر کے کہ ان کے بعد خلافت کے سوال پر ملائوں کے درمیان پھر کوئی نزاع نہ اٹھ کھڑا ہو اپنی وفات سے پیشتر مسلمانوں اور اہل مدینہ سے مشورہ و استصواب رائے کر کے اپنے بیٹے یزید کی جانشینی کی بیعت عام لے لی“ (ص ۲۰ و ۲۱)

ناظرین! جانے غور ہے جب بقول ان کے ”نئے غلیفہ کے مشورہ عام سے منتخب ہونے کے امکانات ہی معدوم تھے“ تو یہ ”ان ہونی“ کیسے ہوئی اور یزید کے بارے میں استصواب عام کیوں کر ممکن ہوا؟ ایسی صورت میں اصحاب رسول و ازواج رسول (رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور پوری مملکت کے عوام سے استصواب کی آخر کی صورت ہوئی؟ اور اگر استصواب عام ممکن تھا جیسا کہ بقول ”داستان گو“ کے یزید کی ولی عہدی کے سلسلہ میں ہوا ہے بلکہ یزید کے مرجع جانے پر بھی اس کے بیٹے معاویہ نے خلافت کا مسئلہ استصواب ہی پر رکھا، چنانچہ خود ”داستان گو“ کا بیان ہے کہ

”خلیفہ یزید کے بعد ان کے صاحبزادہ معاویہ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کرنا چاہی، معاویہ نے مجلس شوری سے کہا کہ وہ خود کو اس منصب کے لیے اہل نہیں پاتے، اس لیے مسلمان باہم مشورہ سے کوئی بہتر شخص منتخب کر لیں

(ص ۶۶)

تو پھر یزید کی دلی جہدی کی بیعت لینے کی بجائے اگر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر بھی یہی طریق کار اپنایا جاتا تو آخر اس میں کیا قیامت تھی کہ امت مشورہ عام سے جس شخص کو چاہتی خلافت کے لیے منتخب کر لیتی آپ خود ہی سوچیں کہ معاویہ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بہ طرز عمل لائق ستائش ہے یا یزید کی بے وقت کی ولیعہدی کی سبب جس کی توجہ میں ”داستان گو“ صاحب سرگرداں میں سکر کوئی بات بنائے نہیں رہتی (۹) چنانچہ کتاب وسنت سے یزید کی ولیعہدی کا کوئی معقول جواز پیش کرنے کی بجائے ”داستان گو“ صاحب اس سلسلہ میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکے کہ

”چونکہ حکومت اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ بلکہ غالب اکثریت والا حصہ اب بلا دُعم پر مشتمل تھا اور اہل عجم اسی حکمران کی اطاعت کرتے تھے جو حکمران کے خاندان کا ہو اس کا بیٹا ہو یا اس کے خاندان کا فرد ہو۔۔۔۔۔ اسلئے حضرت معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی جانشینی کے مسئلہ کو طے کر دینا مناسب خیال فرمایا“

(ص ۶۱)

واقعہ یزید کی دلی جہدی کی جناب نے بہت ہی عمدہ وجہ بیان کی۔  
ع پبلی پھر کاشمی نگہ انتخاب کی۔

جناب کی تصریح سے واضح ہو گیا کہ ”اہل عجم“ کی اطاعت کی خاطر یزید کی دلی جہدی کا مسئلہ کھڑا ہوا اور اس بار سے میں ”اہل عجم“ کا اتنا پاس و لحاظ کیا گیا کہ اس وقت میں بھی بالکل ایسی کا طریقہ اپنایا گیا۔

تعب ہے کہ آپ کے مدد و یزید کی دلی جہدی کے بارے میں تو اہل مجہم کا اتنا خیال رکھا جائے، مگر ”جلس حضرت عثمان غنی“ ان ہی ”اہل مجہم“ کے اتنے غلات ہو کہ ان کے کفر و زندہ و لفاق کے اثرات کو زائل کرنے کے لیے اس کا قیام عمل میں آئے چنانچہ ”داستان کربلا“ کے آخر میں مجلس کے تعارف اور پروگرام کے سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا گیا وہ یہ ہے کہ

”چونکہ اولین اہل قلم مولانا ابنیں محبی اقوام میں سے ہوئے ہیں جن کی شوکت و حکومت اور چودھراہٹ مخالفت اسلام کے سلب الی ہی مقدس صحابہ کرام کے ایقان عزم و ہمت اور فلاحی باتوں پر ہندوفاک ہوئیں بنا برہمیں انھوں نے اپنے کفر و زندہ اور جذبہ انتقام کو لفاق کی خوشنما چادر میں چھپا کر صدر اول کی تاریخ کو اس طرح مسخ کیا کہ ان اکابر صحابہ اور محدثین امت کے حسین کردار واقعی خرد خال پر مغفرت و کف و بات کی گہری تہیں بیٹھ گئیں، جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل زندگی منظور نظر اور اسلام کی ریڑھ کی ہڈی کہنا چاہیے“ (الج ۳۰ ص ۳۱۰)

اب خود ہی سوچ لیجئے کہ کیا ابنی اولین اہل مجہم کی خوشنودی کے لیے ”یزید“ کی دلی جہدی کی بیعت لی گئی تھی؟ اور کیا ان ہی کی اطاعت کی خاطر ان کے رسم و رواج کو اپنایا گیا تھا، خوب جناب نے یزید کی دلی جہدی کی تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

(۱۰۱) یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ پہلے ”داستان گو“ صاحب اس بات پر طنز کر چکے ہیں کہ

”حضرت علیؓ کی وفات اور تدفین کے بعد لوگ حضرت حسی کے پاس مسجد میں جمع ہو گئے اور ان کی بیعت کی“ (داستان کربلا ص ۱۷)

چنانچہ ان کے الفاظ ہیں کہ

”حضرت علیؑ کے بعد ان شیعیان نے حضرت علیؑ کے بڑے صاحبزادے

حضرت حسنؑ کو ان کا جانشین خلیفہ بنا کر باپ کے بعد بیٹے کی دلی عہدی

کی رسم قائم کی“ (داستانِ کربلا ص ۱۵)

مخبر فرمائیے! یزید کی دلی عہدی کے لیے تو چیہیں گڑھی جاتی ہیں اور حضرت حسن

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دلی عہدی پر طنز کیا جاتا ہے، حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

اگر حضرات صحابہ و تابعین برضا و رغبت بیعت کر لیں اور تمام اہل سنت والجماعہ باحکام

ان کو خلیفہ راشد مان لیں، تو یہ بات قابلِ تکریر ہے کہ باپ کے بعد ”بیٹے کی دلی عہدی کی رسم“

ظاہر ہوتی ہے، لیکن اگر یزید کو اپنے باپ کی ہی زندگی میں ولیعہد بنا دیا جائے تو لائقِ تحسین

ہے، قرینِ مصلحت ہے، کیونکہ ”جلس عثمانِ غنی“ کے شیعانی اموی کی نظر میں یہی صورت

میں باپ کے بعد بیٹے کی دلی عہدی کی رسم“ یا تو سرے سے وقوع پذیر ہی نہیں ہوتی

یا پھر عینِ صواب ہے پھر یہ کہنا بھی غلط کہ ”دلی عہدی کی رسم قائم کی“

ولیعہد اور خلیفہ میں جو فرق ہے سب کو معلوم ہے ”داستانِ گو“ صاحب کو علم

دہو تو اور بات ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر حضرت حسن رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو کسی کا ”ولیعہد“ نہیں بنایا گیا تھا بلکہ حضرت مدوح سے عارضی نے بیعت

خلافت کی تھی اور باتفاق اہل سنت و جماعت جب تک کہ آپ نے عہدہ حکومت

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفویض نہیں کیا آپ کا شمار خلفاء راشدین میں ہے

آپ کا زمانہ دلیعہدی تو اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب سے کہ امیر معاویہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کو آپ نے زمامِ حکومت سونپی اور اس وقت آپ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کے دلی عہد نہیں بلکہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دلی عہد تھے، یزید کی دلیعہدی

کا مسئلہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد اٹھا ہے، اب ہم پوچھنا چاہتے

ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور یزید کی ولید عہدی کی بیعت کے دوران  
 بتنا عرصہ گزرا اس میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد حکومت میں آخر بلاد عجم میں  
 وہ کوئی فتوحات ہوئیں جن کی بنا پر ملکیت اسلامیہ کا بہت بڑا حصہ بلکہ غالب اکثریت  
 والا حصہ اب بلاد عجم پر مشتمل ہو گیا۔ جو اس سے پہلے نہ تھا، نیز اگر یہ بات صحیح ہے  
 کہ ”اہل عجم اسی حکمران کی اطاعت کرتے تھے جو حکمران کے خاندان کا ہوا، اس کا بیٹا ہو  
 یا اس کے خاندان کا فرد ہو“ تو اس میں یزید بن معاویہ ہی کی کیا خصوصیت تھی؟ کیا غلط  
 ماشدین حضرات ابو بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد و امجاد حکمرانوں کی  
 اولاد نہ تھی؟ کیا تاریخ اسلام میں بس پہلے حکمران حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 ہی ہوئے ہیں؟ مزید یہ کہ ”داستان گو“ صاحب تو یزید کے بعد مرغان ہی کو خلیفہ  
 مانتے ہیں کیا مروان کے والد بنو کواہ حکم بھی کبھی کسی زمانہ میں عالم اسلام کے حکمران رہے  
 تھے؟ حوام کو اس طرح گمراہ کرنے سے فائدہ!

**بنی ہاشم پر افتراء (۱۱) اور جناب نے بنی ہاشم اور ان کے حایوں کی**  
 طرف جو خلافت کے استحقاق کے ادعا کا دعویٰ منسوب  
 کیا ہے، اس کا تاریخی ثبوت کیا ہے؟ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمرانی سے  
 پہلے بنی ہاشم میں دو خلیفہ ہوئے ہیں، ایک حضرت علی دوسرے ان کے صاحبزائے  
 حضرت حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور دونوں کا انتخاب خلافت کے لیے ارباب  
 حل و عقد نے کیا تھا، ان میں سے خود کسی نے بھی استحقاق خلافت کا دعویٰ نہیں کیا  
 اور دونوں اہل سنت کے نزدیک خلیفہ راشدین، ان دونوں کے علاوہ یزید کی ولید عہدی  
 کے زمانہ تک بنو ہاشم میں سے کسی نے بھی استحقاق خلافت کا دعویٰ کیا ہو تو ذرا اس  
 کا نام تو بتائیے! خلفاء راشدین کے بارے میں غلط بیانی سے کوئی فائدہ اینز یا نقص  
 یہاں بھی لیا جائے کہ ”بنی ہاشم اور ان کے حایوں کی طرف سے خلافت کے استحقاق

کا دعویٰ کیا گیا، " تو اس سے کوئی قیامت ٹوٹ پڑی، خلافت کا حق قریش کے لیے نص سے ثابت ہے کیا بنی ہاشم جو خاندان نبوت سے تعلق رکھتے ہیں قریش سے خارج ہیں۔ کیا خلافت قریش کے تمام خاندانوں میں صرف بنی امیہ ہی کے لیے الاٹ کر دی گئی تھی، اور بنی امیہ میں بھی صرف بنو حرب کے لیے جو یزید کی ولی جہدی ضروری ٹھہری؟ وہ لیے بھی بنو ہاشم کے بارے میں تو جناب کی معلومات قابلِ واد ہیں کہ آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی " شہادت عثمان غنی کیوں اور کیسے، " میں بنو ہاشم بنی ہاشم میں شمار کیا ہے (ص ۳۶) حالانکہ وہ قطعاً ہاشمی نہیں۔ بلکہ قریشی اسدی ہیں ہاں یہ صحیح ہے کہ روافض خلافت کو بنی فاطمہ کا حق سمجھتے ہیں اور ان کے مقابل بعض نو اصحاب بنی امیہ کا، چنانچہ علامہ ابن عزم نے "الفصل" میں لکھا ہے، کہ ہمارے علم میں یہ بات آئی ہے کہ اردن میں ایک شخص نے جو اس امر کا قائل تھا کہ منصب خلافت پر فائز ہونا امیہ کے علاوہ اور کسی کے لیے روا نہیں اس موضوع پر ایک مستقل ایضابھی مدون کی ہے (۴۰ ص ۹۰)

حضرت حسین کے بارے میں افسانہ تراشی | (۱۲) اور داستان گو نے حویہ لکھا ہے۔

" اس دوران کو نہ میں رہنے والے قاتلان عثمان کے گروہ کے افراد نے حضرت حسین سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت حسن فوت ہو چکے تھے اور یہ لوگ آکر حضرت حسین کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے رہے، حضرت معاویہ کو ان باتوں کا پتہ ملا تو آپ نے حضرت حسین کو خط لکھ کر اس صورتِ عالی پر متنبہ کیا تو حضرت حسین نے جواب میں لکھا کہ میں نہ آپ سے لڑنا چاہتا ہوں اور نہ آپ کی مخالفت کے لیے ہوں"



سو حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں تو ان کو یہ افسانہ تراشا ہی چاہیے کہ قاتلان عثمان کے گروہ کے افراد نے حضرت حسین سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا کیونکہ وہ نہ صرف حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ ان کے برادر بزرگوار حضرت حسن اور ان دونوں کے والد ماجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک کو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں ملوث کرنا چاہتے ہیں، مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ خود یہ لکھ رہے ہیں کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ :-

”حضرت حسن فوت ہو چکے تھے اور ان کی وفات ۳۹ھ یا ۴۰ھ میں ہوئی ہے اور اسی ”داستان کربلا“ میں ان کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ :

”امیر خلافت جو حضرت عثمان کی شہادت کے

بعد ۳۵ھ کے آخر سے معطل ہو گیا تھا اور مسلمان دو حصوں میں بٹ گئے تھے، حضرت حسن کے اس اقدام سے دہک انھوں نے حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی (۳۶ھ کے شروع میں ۵ سال بعد پھر بحال ہو گیا اور امت ایک ہی خلیفہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سربراہی میں متحد ہو گئی“ (ص ۱۹)

غرض ۳۶ھ سے لے کر ۳۹ھ یا ۴۰ھ تک پورے نو، دس برس حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام قلمرو اسلامی کے بلا شرکت غیر سے مطلق فرمانروا تھے اور اس لیے ”داستان گو“ ہی کے قول کے مطابق اس وقت

لے کیونکہ شیعان مروان ”مجلس عثمان غنی“ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں نہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد سے ان کے عقیدہ کے مطابق امر خلافت معطل رہا۔

”حضرت معاویہ قاتلین عثمان ..... اور قتلہ بازوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر کیفر کردار تک پہنچانے لگے۔“ (ص ۲۰)

پھر ”قاتلین عثمان“ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرفت سے کیونکر بچ گئے شاید وہ یہ جواب دیں کہ

”حضرت معاویہ کے در سے قانون کے بہت سے ساتھی روپوش ہو گئے۔“ (”داستان کربہ“ ص ۲۰)

تو پھر بھی یہ سوال اپنی جگہ باقی رہے گا کہ خود ان کے ہی ٹکھنے کے مطابق ”کو ذمہ رہنے والے“ قاتلان عثمان“ کے گروہ کے افراد نے حضرت حسین

سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت معاویہ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو آپ نے حضرت حسین کو خط لکھ کر اس صورتحال پر متنبہ کیا۔ الخ“

آخر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس معاملہ میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کو کیوں متنبہ کیا؟ جب ان کو ان باتوں کا پتہ چل گیا تھا تو پھر ان قاتلان عثمان“ کو کیوں کیفر کردار تک پہنچایا کہ نہ رہے بانس نہ بیکے بھسری۔ ”داستان گو“ صاحب جھوٹ سے بات کہیں نہ کرتی ہے! معاملہ اور الجھ جاتا ہے!

غلط حوالہ دینے کی تو ”داستان گو“ صاحب سے شکایت ہی کیا، وہ تو ان کی پرانی عادت ہی بنے بھری کے حوالوں کی تصدیق ناظرین کی نظر سے گزرنے لگی ہے کہ ”داستان گو“ صاحب نے کس طرح سچ میں جھوٹ ملا کر صورت کو افسوس کا سمجھا ہے وہاں بھی وہی کاروائی فرمائی اور ان اشرف کو ذمہ پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہور جلیل القدر صحابی حضرت جبر بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو حجر بن الادبر، حجر الخضر کے نام سے معروف ہیں) کے قتل کیے جانے کی خبر لے کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں مدینہ طیبہ میں حاضر ہوئے تھے، ”قاتلان عثمان“ کی تہمت لگادی ہے، حضرت جبر بن عدی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ان اشرف کو ذکا قتل عثمان سے کئی دور کا بھی تعلق نہیں، یہ سب ”داستان گو“ صاحب کی بنائی ہوئی بات ہے، اہل علم ”الاجار الطوال“ سے جس کا ”داستان گو“ صاحب نے حوالہ دیا ہے مراجعت کر کے دیکھ سکتے ہیں۔

**حضرت حسین کو مطعون کرنا** (۱۳) اور بیعت یزید کے سلسلہ میں جو ”داستان گو“ صاحب کا یہ بیان ہے کہ

”ستہ میں حضرت معاویہ کی وفات ہوئی، آپ کے بعد امیر یزید جانشین ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی، مدینہ میں جب بیعت لینا شروع ہوا اور حضرت حسینؑ کو بلایا گیا تو آپ نے مدینہ کے گورنر سے کہا کہ ”مجھے عام میں بیعت کی جائے میں بھی وہیں بیعت کر لوں گا“ (طبری - اخبار الطوال)

”لیکن دوسرے دن آپ کہہ کے لیے روانہ ہو گئے“ (ص ۱۲)

اس کا مقصد حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غلط گوئی اور وعدہ خلافی سے متهم کرنا ہے۔ ”تاریخ طبری“ اور ”الاجار الطوال“ میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گورنر مدینہ سے یہ کہا ہو کہ ”میں بیعت کر لوں گا“ یہ بات ”داستان گو“ صاحب نے اپنے جی سے بنائی ہے، واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب یزید تخت حکومت پر بیٹھا، تو اس کو سب سے پہلے اس بات کی فکر تھی کہ ان لوگوں سے کس طرح بنا جائے، جنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی ہی میں یزید کی ولیعهدی کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، چنانچہ فوراً ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کے نام جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا ایک چوٹے سے پرچہ پر جو بقول مؤرخ طبری ”چوہے کے کان“ کے برابر تھا (کافہنا اذن فادۃ) یہ فرمان لکھ کر بھیجا

اما بعد فخذ حسیناً وجد اللہ  
بن عمرو جد اللہ بن الزبیر بالبیعة  
اخذاً شديداً ليست فيه رخصة  
اما بعد بیعت کے سلسلہ میں، حسین جد اللہ  
بن عمر اور جد اللہ بن زبیر کو پوری سختی کے  
ساتھ پکڑو اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کریں

حتی یایعوا والسلام - انہیں رخصت نہ لے پائے

(تاریخ الطبری ص ۲۳۸) والسلام -

ولید کو زید کا یہ حکم ملا تو وہ قنفذ کے خوف سے گھبرا یا، مروان اور ولید بن ابی بن تھی، لیکن مصافحہ کی نزاکت کے پیش نظر اس نے مروان کو مشورہ کے لیے طلب کیا اس شقی نے آتے ہی جو مشورہ دیا وہ سننے کے قابل ہے۔

علیک بالحسین بن علی وعبد اللہ  
بن الزبیر، فابعث الیہما الساعة  
فان بابنا والافاضرب اعناقہما  
قبل ان یعلن الخبر  
تم پر لازم ہے کہ اسی وقت حسین بن علی  
اور عبد اللہ بن زبیر کو بلوا لو اگر وہ دونوں  
بیت کر لیں تو خیر ورنہ دونوں کی گردنیں  
بارود سے کام صادیہ کی خبر مرگ کے

(انخبار الطوال ص ۲۲۷) اعلان سے پہلے پہلے ہو جانا چاہیے۔

ولید نے مروان کے مشورہ کے مطابق عبد اللہ بن عمرو بن عثمان کو ان دونوں حضرات کو بلانے کے لیے بھیج دیا، جو اس وقت مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے، ولید کا پیام پہنچا تو ان حضرات نے عبد اللہ سے فرمایا تم چلو ہم آتے ہیں، وہ چلا گیا تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ ”اس بے وقت کی طلبی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟“ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

لے البؤیضہ دیووی کے الفاظ میں ظلاوود ذلک علی الولید فطع بہ وخاف الفتنة  
(انخبار الطوال ص ۲۲۷) جب ولید کے پاس یہ حکم پہنچا تو وہ گھبرا گیا اور اسے قنفذ کا  
اندیشہ ہوا۔

میں یہ بھی واضح رہے کہ حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ جمل میں مروان کی جان بخشی کی تھی۔ اس ناسپاس نے اس کا یہ بدلہ دیا۔

”میرا لگن ہے کہ معاویہ کا انتقال ہو گیا اس لیے بیعت کے لیے ہمیں بلا بھیجا ہے“ اسی زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر کہا ”میں بھی یہی سمجھتا ہوں“ اس گفتگو کے بعد دونوں حضرات اپنے گھروں کو لوٹ آئے وہ گھر پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلاموں اور موافی کو جمع کر کے ”دارالامارہ“ کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر ان کو ہدایت کی کہ دروازہ پر ٹھہرے رہو اور اگر اندر سے میری آواز سوتو ”دارالامارہ“ میں آنا جائیے فرما کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر تشریف لائے، ولید نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کی خبر سنا کر زید کا فرمان دکھایا اور اس کی بیعت کے لیے کہا، اس پر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرعیت کے بعد فرمایا کہ

أَمَّا سَأَلْتَنِي عَنْ الْبَيْعَةِ فَإِنْ  
مَنْ لَا يُعْطَى بِبَيْعَتِهِ مَسْرًا  
وَلَا أَرَاكَ تَجْزِي بِهَا مَنِي  
سَرًّا دُونَ أَنْ تَطْهَرَهَا عَلِيًّا  
رُؤْسُ النَّاسِ عِلَاقَةً.  
بیعت کے بارے میں جو حاتم نے مجھ سے کہا  
ہے تو مجھ جیسا آدمی خفیہ بیعت نہیں کیا کرتا  
اور میں سمجھتا ہوں کہ تم بھی میری خفیہ بیعت کو  
کافی نہیں سمجھتے جب تک کہ تم برملا لوگوں  
کے سامنے اس کا اظہار نہ کرو۔

ولید نے کہا اجل (ہاں ہاں) اس پر آپ نے اس سے فرمایا۔

فَإِذَا خَرَجْتَ إِلَى النَّاسِ دَعُوهُمْ إِلَى  
الْبَيْعَةِ دَعْوَتِ النَّاسِ فَكَانَ امْرَأً  
وَاحِدًا (تاریخ الطبری ج ۵ ص ۳۲۹، ۳۳۰)  
ساتھ ہی بلا لیتا، تاکہ معاملہ یکساں رہے۔  
اس عبارت میں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ جس کا ترجمہ یہ ہو کہ ”میں بیعت کروں گا“

بلکہ آپ معاملہ کو لوگوں کے اجتماع پر لانا چاہتے ہیں، پھر ابھی بیعت لینا شروع نہیں ہوا۔ جیسا کہ ”داستان گو“ صاحب نے لکھا ہے بلکہ آپ کو بے وقت بلوا کر خفیہ طور پر بیعت لینے کے لیے زور ڈالا جا رہا تھا، جس سے آپ نے مکتب علی کے ساتھ

ہلوتھی فرمائی، بہر حال حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ولید کو قائل کیا تو اس نے آپ کو ”دار الامارۃ“ سے جانے کی اجازت دے دی، اس پر مروان نے پھر ولید سے کہا

والله ان فارقك الساعة خدا کی قسم اگر یہ اس وقت بغیر بیعت کیے  
ولم یبایع لا قدرت منه تیرے پاس سے چلے گئے تو پھر کبھی بھی تو ان  
علیٰ مثلها ابداً حتیٰ تکثر سے بیعت لینے پر اس وقت تک قادر نہ ہو  
القتل بینکم و بینہ اجس سکے گا جب تک کہ تمہارے اور ان کے امین  
الرجل، ولا ینخرج من کثرت سے لوگ قتل نہ ہو جائیں اس شخص کو  
عندک حتیٰ یبایع او تقصر کو قید کرادو جب تک کہ یہ بیعت نہ کر لے یا  
عنقہ۔ اس کا سر نہ قلم کر دیا جائے، یہ تیرے پاس  
(تاریخ الطبری ج ۵ ص ۲۴۰) سے نکلنے نہ پائے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیسے ہی مروان کی زبان سے یہ سنا کہ وہ  
اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے باہر نکل آئے کہ

یا ابن الردقا انت اور قناد مروان کی ماں کا لقب، کے پچھے تو  
نقلنی ام هو؟ کذبت مجھے قتل کرے گا یا یہ، خدا کی قسم تو جھوٹ بکتا  
والله واثمت۔ ہے اور گناہ اپنے سر لیا ہے۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرح صحیح سلامت نکل جانے پر  
مروان بڑا برہم ہوا اور ولید سے کہنے لگا۔

عصیتنی، لا والله لا تو نے میری بات نہ مانی، خدا کی قسم اب وہ  
یمکنک من مثلها کبھی تجھ کو اس بارے میں اپنے اوپر قابو  
من نفسہ اہذا۔ نہیں دیں گے۔

ولید نے مروان سے کہا ”مروان یہ زہر و قویخ کسی اور کو کر تو میرے لیے وہ بات پسند کر رہا ہے جس میں میرے دین کی سرسبز بادی ہے

واللہ ما احب ان لی ما طلعت  
خدا کی قسم حسینؑ کے قتل کے عوض اگر مجھ کو مشرق  
علیہ الشمس و غربت عنہ من  
و مغرب میں تمام دنیا کا مال اور اس کی سلطنت  
مال دنیا و ملکھا، والی قلت  
بھی ملے تو پسند نہیں، سبحان اللہ! کیا میں  
حسیناً، سبحان اللہ! اقل حسیناً  
حسین کو صرف اس لیے قتل کر ڈالوں کہ وہ  
ان قال لا ابا یعر! واللہ انی لا ظن  
کہتے ہیں ”میں بیعت نہیں کرتا“ بخدا مجھے  
امراً یحاسب بدم الحسن لضعف  
یقین ہے کہ جس شخص سے قیامت کے دن  
المجران عند اللہ یوحی القیامت  
اللہ تعالیٰ کے حضور میں حسین کے خون کھاب  
(تاریخ الطبری ج ۵ ص ۲۴۰) لیا جائے گا، میزان میں اس کا پڑ بھلا ہو گا۔

اس پر مروان جھلا کر بولا، اچھا تمہاری یہی رائے ہے تو پھر تم نے ٹھیک کیا۔ یہ ہے اس واقعہ کی تفصیل جو تاریخ طبری سے نقل کی گئی۔ ”ملاحذا الطحال“ اور ”تاریخ طبری“ دونوں کا مضمون واحد ہے، فرق ہے تو بس اجمال و تفصیل کا۔ مورخ دیویری نے بیان واقعہ میں اجمال سے کام لیا ہے اور مورخ طبری نے تفصیل سے، مگر ”داستان گو“ صاحب کو پوری داستان میں بس اتنا ہی یاد ہے جو ان کی قلم سے نکلا اور پھر زیب داستان کے لیے دونوں کتابوں کے حوالے سے واقعہ کا وہ المناقشہ کھینچا ہے جس سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دم کا پہلو عیاں ہو کیونکہ انھیں یزید و مروان سے عقیدت ہے اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیر۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید کی بیعت کو ”بیعت ضلالت“ سمجھتے تھے اس لیے وہ اس سے کیوں بیعت کرتے چلاؤ! ام ابن حزم غلابری، ”لفصل فی الملل والادوار داخل میں فرماتے ہیں

ہاى انہا بیعة ضلالة حضرت حین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے میں  
(۲۰۵ ص ۱۰۵ طبع ۱۳۲۱ھ) یزید کی بیعت ”بیعت ضلالت“ تھی۔  
اور اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

انما انکرم من انکرم من الصحابة ورضی صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم میں سے  
اللہ عنہم ومن التابعین بیعة یزید بن جن حضرات نے بھی یزید بن معاویہ، ولید اور  
معاویۃ والولید وسلیمان لانہم عاؤا سلیمان کی بیعت سے انکار کیا وہ اس  
غیر میں غیبیں (ج-۲ ص ۱۶۹) ایسے کیا کہ یہ اچھے لوگ نہ تھے۔

”داستان گو“ صاحب نے مؤرخ طبری کے حوالے سے جو کچھ نقل کیا ہے اس  
کی نتیجہ کے سلسلہ میں یزید کے برے کردار پر روشنی ڈالی جا چکی ہے، اس پر دوبارہ نظر  
ڈال لیجئے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت حین اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
نے اس کے بارے میں کیا اظہار خیال فرمایا ہے،

فاظن ابن حزم اندلسی نے بھی اپنی مشہور کتاب ”جمہرة انساب العرب“ میں یزید کے  
کردار پر نہایت مختصر مگر جامع تبصرہ کیا ہے، جو ناظرین کی ضیافت طبع کے لیے درج ذیل  
ہے فرماتے ہیں۔

ویزید امیر المؤمنین وھان قبیح اور یزید امیر المؤمنین جس کے اسلام میں برے

۱۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی حجۃ اللہ بالہ میں یزید کو داعیان ضلال ہی میں شمار کیا ہے  
چنانچہ ان کے الفاظ میں ودعاة الضلال یزید بالشام وبقراة العراق (ج ۲ ص ۲۱۲) اور کتاب کے آخر  
میں فرماتے ہیں ومن القرون الفاضلة القاقا من هو منافق او فاسق وضلھا المحجاج  
ویزید بن معاویۃ ومنتخار (اور قرون فاضلہ میں بھی باجماع ایسے افراد ہو گزرے  
ہیں جو منافق یا فاسق تھے جیسے کہ حجاج، یزید بن معاویہ اور مختار تھے)



الاثار، فی الاسلام، قتل اہل  
 المدینۃ و افاضل الناس و بقیۃ  
 الصحابة، رضی اللہ عنہم۔ یوم الحرة  
 فی آخر دولتم، و قتل الحسین رضی  
 اللہ عنہ و اہل بیتہ فی اول دولتم  
 و حاصر ابن الزبیر رضی اللہ عنہ  
 فی المسجد الحرام و استخف  
 محرمۃ الکعبۃ و الاسلام فاماتہ  
 اللہ فی تلک الايام، و قد کان  
 غزائی ایاہ ابیہ القسطنطینیۃ  
 و حاصرها (ص ۱۱۲ طبع مصر ۱۳۸۲ھ) محاصرہ بھی کیا تھا

واضح رہے کہ ”جمہور النساب العرب“ ”خلافت معاویہ و یزید“ میں محمود احمد عباسی  
 کا بڑا اہم ماخذ ہے، عباسی صاحب نے بنو ہاشم و بنو امیہ کی باہمی قرباتوں کو بیان کرتے  
 ہوئے اکثر اسی کتاب کا حوالہ دیا ہے، امام ابی حزم نے صاف تصریح کی ہے کہ حضرت  
 حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل قاتل یزید ہے کہ اسی کے حکم پر، ان کی شہادت مل میں  
 آئی اس دور کے ناصبی اب یزید کو خونِ حسین سے بری کرنے کے لیے ہاتھ پیرا رہے  
 ہیں اور طرح طرح کی افتراء پر دازی میں مشغول ہیں۔

کتاب کا غلط حوالہ (۱۴) اور داستان گو، صاحب نے ”الاخبار الطوال“  
 کے حوالہ سے جو یہ ارقام فرمایا ہے کہ

”ماستہ میں حضرت عبداللہ بن عباس نے پوچھا کہاں جا رہے ہو، جواب  
 دیا مکہ جا رہا ہوں، حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ کہیں کوفہ کے ضیاعان

علیؑ کے پاس تو نہیں جا رہے ہو؟ ان لوگوں نے آپؐ کے والد اور آپؐ کے بھائی کے ساتھ جو سلوک کیا اسے یاد رکھیے اور ان کے فریب میں نہ آئیے گا  
(اخبار الطوال) (داستان کربلا ص ۲۳)

وہ الاخبار الطوال میں کہاں ہے تصحیح نقل کرنا چاہیے، ہمارے پیش نظر الاخبار الطوال کا جدید طبع شدہ نسخہ ہے جو ۱۹۶۰ء میں قاہرہ سے شائع ہوا اور عبد اللہ عامر نے متعدد قدیم نسخوں سے مقابلہ کر کے اس کی تصحیح کی ہے اگر داستان گو، صاحب کو اپنے دعویٰ کی صحت پر اب بھی اصرار ہو تو اصل عربی عبارت پیش کی جائے۔  
صحابی رسول حضرت سلیمان بن صرد پر طعن (۱۵) اور جو داستان گو صاحب نے اخبار

الطوال کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

”کوفہ کے شیعیان علیؑ کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسینؑ یزید کی بیعت کئے بغیر مدینہ سے مکہ آگئے ہیں، تو انھوں نے سلیمان بن صرد کے گھر میں کمرشورہ کیا اور عبد اللہ بن سہبؓ ہمدانی اور عبد اللہ بن وداک سلمیؓ کے ہاتھ اس مضمون کا خط حضرت حسینؑ کو بھیجا کہ

”آپ کوفہ آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور یہاں کے حاکم نعمان بن بشیرؓ کو جو انصاری ہیں نکال دیں گے“  
(داستان کربلا ص ۲۳) الخ

تو واضح رہے کہ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے عظیم القدر صحابی ہیں حافظ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں۔

وقد کان سلیمان بن صرد الخزامی حضرت سلیمان بن صرد خزامی رضی اللہ عنہ

لے بطور نسخہ میں طباعت کی غلطی سے الخزامی بن جائے الخزرجی، چھپ گیا ہے  
القیہ راشدہ صفو آئندہ

صحابياً جليلًا نبيلًا عابدًا زاهدًا، جلیل القدر صاحب فضل و کمال عابد و زاہد  
 روی من النبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابی تھے، انھوں نے آنحضرت صلی اللہ  
 احادیث فی الصحیحین وغیرہما علیہ وسلم سے حدیثیں روایت کی ہیں جو  
 و شہد مع علی الصنفین۔ مصنفین وغیرہ میں منقول ہیں، مصنفین کی  
 جنگ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 (ج - ۸ ص ۲۵۵)  
 کے ساتھ موجود تھے۔

اپنی زیادہ سے کو ذمہ اگر جس طرح وارگیر شروع کر رکھی تھی اور خوف و دہشت  
 کا سماں پیدا کر کے ہر طرف سے جو ناکہ بندی کر دی تھی اس میں صحیح واقعات کا مخلصین  
 کو بھی بروقت علم ہو سکا جو وہ موقع پہنچ کر حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی  
 کو آتے اور نہ اس امر کا پہلے سے اندازہ تھا کہ یہ اشیاء حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 کو راہ ہی میں روک کر اس بیدردی سے شہید کر ڈالیں گے، جیسے کہ خود اہل مدینہ کو بھی حضرت  
 عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس طرح اچانک شہید کر دیے جانے کا خیال بھی نہ تھا،  
 بہر حال کوفہ میں ایسے بہت سے مخلصین تھے جو دل سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 کے ہوا خواہ تھے، مگر انھیں بروقت آپ کی مدد کو پہنچنے کا موقع نہ مل سکا۔  
 اپنی لوگوں میں یہ بھی تھے، لیکن بعد کو اس کو تاہی پر سخت نادم ہوئے اور ۹ھ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) مہمود احمد عباسی کی تاریخ والی یا غلط بیانی کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ حضرت  
 سلیمان بن مرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تودہ سبائی لیڈر بتاتے ہیں اور مسلم بن عقبہ مری کو  
 جس کے ہاتھوں مدینہ پاک کی حرمت ناک میں ملی اور سینکڑوں صحابہ تابعین کا قتل عام ہوا  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمر صحابی "علاء" سلف ملما جب اس مسلم کا ذکر کرتے  
 ہیں تو بھانے "مسلم" کے اس کو "مسرف" یا "مجرم" کے برے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

میں پارہ نزار فدائیوں کا لشکر لے کر خونِ حسین کا انتقام لینے کے لیے شامیوں کے مقابلہ میں نکلیے۔ یہ لشکر تاریخ میں "قواہین" کے نام سے موسوم ہے، امیر القواہین یہی حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ "عین الوردہ" کے مقام پر ۲۲ جمادی الاولیٰ ۳۷ھ کو عہد اللہ بن زیاد کے لشکر سے مقابلہ شروع ہوا اور تین دن تک دونوں لشکروں میں معرکہ کارزار گرم رہا، تیسرے روز ۲۴ جمادی الاولیٰ کو نہایت بہادری کے ساتھ لڑتے ہوئے انہوں نے باجم شہادت نوش کیا، اس وقت ان کی عمر ترائوے سال تھی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق انہوں نے تو ان کو کوفہ سے نکال دینے ہی کے لیے لکھا تھا، مگر ناصبیوں کے مدد و حراست مروان نے تو اپنی حکومت کی ابتداء ہی حضرت عصفور کے قتل سے کی تھی، چنانچہ امام ابن حزم غامدی "بہرۃ انساب العرب" میں رقمطراز ہیں

و النعمان بن بشیر اول مولود ولد فی الانصار بعد الهجرة، افتتح مروان دولته بقتلہ و سيق اليه رأسه من حمص، رضی اللہ عنہ النعمان ولا رضی عنہ من قاتلہ (ص ۲۶۲)

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انصاری پہلے صاحبزادے ہیں جو ہجرت کے بعد پیدا ہوئے مروان نے اپنی سلطنت کا افتتاح ان ہی کے قتل سے کیا، حمص سے ان کا سر کاٹ کر مروان کے پاس لایا گیا، اللہ تعالیٰ نعمان سے راضی ہو اور ان کے قاتل سے راضی ہو

یہ بھی صحابی ہیں، جنگِ صفین میں جنابِ مہادیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے انھوں نے ان کو یمن کا اودینہ بنے کو فکا گورنر بھی بنایا تھا، یزید کے بعد چونکہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیعت کر لی تھی اور انھوں نے ان کو حمص کا فاقی بنا دیا تھا، اس لیے مروان نے ان سے جنگ کر کے ان کو قتل کر ڈالا۔

"داستان گو" صاحب "قواہین" کے واقعہ سے انجان ہیں وہ اپنی داستان

اس وقوعہ کے تین ماہ بعد مختار قسبی کے قصہ سے شروع کرنے ہیں  
**داستان کا اختتام کھلے جھوٹ پر** (۱۶) چنانچہ ”داستان گو“ صاحب  
 نے واقعہ کربلا کے بارے میں جو داستان

تصنیف فرمائی ہے اس کا ڈراپ سین اس طرح ہوتا ہے۔

”خلیفہ یزیدؓ کی وفات سے حضرت مروانؓ کے خلیفہ ہونے تک دو سال کی  
 مدت بنتی ہے، اس مدت میں عبداللہ بن زبیر کا دعویٰ خلافت اور خوارج  
 اُجگلیں جاری رہیں، لیکن قتل حسین کے متعلق اس دوران بھی کوئی آواز ایسی  
 نہیں اٹھی، جس میں خلیفہ یزید یا بنی امیہ کو اس قتل کا ذمہ دار گردانا گیا ہو،  
 حالانکہ حضرت مروانؓ کی خلافت کے قیام تک حضرت حسینؓ کے قتل کے  
 واقعہ کو چار سال لٹ رہے تھے، عبداللہ بن زبیر بھی زندہ تھے اور اپنی خلافت  
 کے مدعی تھے۔ رمضان ۶۵ ہجری میں مختار قسبی نامی ایک شخص کو ذمہ لیا  
 اور اس نے خون حسین کے انتقام کا خفیہ پروپیگنڈہ شروع کیا، .....  
 اس شخص نے رفتہ رفتہ خفیہ طور سے ایک گروہ اکٹھا کر لیا اور آخر کار  
 ۶۶ھ میں حضرت حسینؓ کے قتل کے ۶ سال بعد خون حسین کے انتقام کا  
 نعرہ اُس نے بلند کیا اب بھی الزام بنی امیہ اور خلیفہ یزید پر نہیں لگایا گیا کہ  
 مختار خون حسین کے انتقام کا نعرہ بلند کیا گیا۔ ....

خون حسین کے انتقام کا یہ سیاسی نعرہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے  
 بعد اموی حکومت کی مخالفت میں موڑ دیا گیا اور پھر جس گروہ یا جس شخص

نے سابق میں گھڑچکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے شہادت حسین کے  
 ساتھ بعد یزید کی حکومت کے خلاف آواز اٹھائی تھی اور قتل حسین کے سلسلہ میں اس پر کبیر کی تھی۔

نے بھی مسلمان حکومتوں میں خروج و بلاءات کے لیے کمر باندھی اس نے  
 قبل حسین کے نعرہ کو ہی اپنا فتور بنایا، اس کے بعد ہی اس واقعہ سے  
 متعلق وہ تمام قصے اور کہانیاں گھڑی گئیں جو آج تک شیعہ اور سنی فرقوں  
 میں مشہور چلی آ رہی ہیں، اگرچہ اہل سنت کے محقق علماء نے ہمیشہ ان گھڑے  
 ہوئے قصوں کا رد کیا ہے اور بہت سے اہل علم و تحقیق شیعہ عالموں نے  
 بھی ان قصوں کو جھوٹا اور من گھڑت بتایا ہے۔

بہر حال یہ ہے کہ بلا کی سچی اور تاریخی داستان ”داستان کربلا“ (۲۹ تا ۲۶)

ہم اس کھلی ہوئی اقرار پر ۱۰۰٪ ازی پر جس کو احمد حسین کمال ”سچی اور تاریخی داستان“  
 بتاتے ہیں اس کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں کہ

اے کمال افسوس ہے، تجھ پر کمال افسوس ہے

بھلا اہل سنت کے محقق علماء میں سے کسی ایک عالم کا بھی نام لیا جاسکتا ہے جو  
 اس بات کا قائل ہو کہ قتل حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذمہ داری یزید کی اموی حکومت  
 اور اس کے براہِ اعمالِ عمال پر عائد نہیں ہوتی بلکہ آپ کے قاتل دراصل وہ آپ کے ساتھ  
 کوئی رفقاء ہیں جو کہ منظر سے لے کر کربلا تک آپ کے ہم کاب تھے اور جنہوں نے آپ  
 ہی کی رفاقت میں میدان کربلا میں شہرت شہادت نوش کیا اور پھر آپ کی شہادت  
 کے ٹھیک چوبیس برس بعد آپ کے خوبی ناصحتی کی جھوٹی تہمت ناکردہ گناہ خلیفہ یزید اور  
 اس کی حکومت کے کارندوں کے سر تعویذ دی گئی اور پہلا شخص جس نے یہ تہمت  
 طرازی کی اور پھر اس کا غلط پروپیگنڈہ کیا وہ مختار ثقفی ہے، چنانچہ اس وقت سے لے کر  
 آج تک ساری ”امت مسلمہ“ مختار کذاب کے غلط پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر اسی غلط  
 فہمی میں مبتلا ہے کہ اصل قاتلوں کی بجائے یزید بے چارہ کو برا بھلا کہتی چلی آتی ہے، اس  
 جرات کے ساتھ غلط بیانی ہمارے نزدیک کسی مسلمان کا کام نہیں ہو سکتا، یہ الف

یہ کہ کہانی نہیں، سبط پیغمبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا بیان ہے اس میں افسانہ طرازی اور داستان گوئی، حد درجہ کی گستاخی اور خیرہ چٹپی ہے، ایسی نازیبا حرکت سناری اسلامی دنیا کی دل آزاری کا باعث ہے، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ان ناصیوں کے شر سے محفوظ رکھے، آمین۔

**حضرت علیؑ و حسینؑ کی تختہ و توہین** (۱۷) ”داستان کربلا“ مکتبہ قمی تو  
قاعدہ کے مطابق ”داستان گو“

صاحب کو اپنی داستان واقعات کربلا پر ہی ختم کر دینا چاہیے تھی، مگر جس طرح کسی راضی سے موقع بے موقع خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرائے کیے بغیر نہیں رہا جاتا، وہی حال ان کے مقتدی ناصیوں کا بھی ہے کہ یہ بھی حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ اور آل رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تبرائے کیے بغیر نہیں رہ سکتے اور ”داستان گو“ صاحب تو ان ناصیوں کے نقیب ٹھہرے، پھر بجلا وہ کیسے اس سے باز رہ سکتے تھے، اس لیے انہوں نے مادہ کربلا کا ”پس منظر“ بیان کرتے ہوئے حضرت علیؑ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تختہ و توہین میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ہے اور دل کھول کر ان دونوں حضرات پر طعن و طنز کیا ہے۔ چنانچہ ”داستان گو“ کے الفاظ ہیں:

”ان شیعان علی نے حضرت علیؑ کو کبھی اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت طلحہ و زبیرؓ سے لڑایا کبھی حضرت معاویہؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے خلاف کھڑا کیا اور پھر خود یہ شیعان حضرت علیؑ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، آپ پر کفر کا فتویٰ مانڈ کیا، ہزدان پر حضرت علیؑ کے خلاف جنگ کی، حتیٰ کہ چھپ کر ایک دن حضرت علیؑ پر قاتلانہ حملہ کیا، جس سے حضرت علیؑ کی موت واقع ہو گئی۔“

(”داستان کربلا“ ص ۱۳)

خاک بہن گستاخ کیا خوب گویا نعوذ باللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، خلیفہ راشد نہیں، علم نبوی کے حامل نہیں، فراست دینی سے بہرہ ور نہیں فقہی مسائل سے آشنا نہیں، محض نئے نادان تھے نہ کچھ سمجھ رکھتے تھے نہ شعور جو ان شیعوں کے کہنے میں اگر کبھی حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت طلحہ و حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جاڑے اور کبھی ان کے بھکانے سے جناب معاویہ و عمر وہی عام رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، اور ان نامیبوں کے بڑے بھائی خارجیوں کا کچھ ذکر نہیں، شاید دنیا میں ان کا وجود ہی نہ تھا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہروان کے مقام یرجی لوگوں نے جنگ کی وہ خوارج نہیں بلکہ ان کو اصعب کے پیش رو "شیعیان علی" تھے، جن کی تقلید میں "مجلس عثمان غنی" نے جھوٹ بولنے پر کمر باندھ رکھی ہے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا خال مبارک جن بن لطم مرادی قطعاً خارجی نہ تھا، جیسا کہ اسلامی دنیا آج تک ماورکاتی علی آئی ہے جگہ مجلس کے "داستان گو" کی سچی اور تاریخی داستان کے مطابق "شیعیان علی" کا ایک نسخہ تھا، اشارہ اللہ کیا کہنے اس داستان گوئی کے، داستان ہو تو ایسی ہو، کہ حس میں کہیں سچ کا شائبہ بھی نہ ملے۔

### ایک نئی دریافت | (۱۸۶) اور سنیہ کی انہی دریافت ہے

”در اصل یہ شیعیان علی، فاتحین عثمان کا ہی گردہ تھا جو حضرت علی کے گرد جمع ہو گئی تھا، آپ کو خلیفہ بنایا اور خلافت کا مرکز مدینہ سے نقل کر کے کوفہ لے آیا اور سجائے اس کے کہ حضرت علی کی خلافت کو مستحکم بننے دیتا، انھیں کبھی حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے لڑا ڈالا اور کبھی صفین کے مقام پر حضرت معاویہؓ سے جاڑا لیا، جب حضرت علیؓ نے چاہا کہ صلح صفین کے ساتھ معاملات طے ہو جائیں، تو ان شیعیان علی نے اپنے بنائے ہوئے خلیفہ حضرت علی کے خلاف بغاوت کر دی اور بالآخر سازش کر کے ایک



دن حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ جان برباد ہو سکے

(داستان کربلا ص ۱۵)

(ا) معلوم ہوا، خاک بہین گستاخ (و نعوذ باللہ من ہذا الخرافات) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہؓ ان شیعیان علی کے اپنے بنائے ہوئے غلیفہ ہیں ”کسی مسلمان نے ان سے خلافت کی بیعت ہی نہیں کی، لہذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ ”مجلس عثمان غنی“ کے نااصبیوں کی طرح وہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو غلیفہ برحق ماننے سے انکار کریں ”داستان گو“ صاحب نے اپنی داستان میں یہ وضاحت نہ کی کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہؓ کے عامل تھے۔ اہل سنت کے عقائد رکھتے تھے یا اہل تشیع کے جہاں نہیں نے تاریخی اساطیر سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان کی خلافت کے بارے میں یہ ضرر دہ و کمزورات جمع کی تھیں، وہاں اگر وہ دو حرف اس سلسلہ میں بھی سپرد قلم فرمادیتے تو ان کا کیا بگڑ جاتا، امت کو ایک اور نئی بات معلوم ہو جاتی اور خود حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی شخصیت کے بارے میں بھی ان نااصبیوں کا نقطہ نظر واضح ہو جاتا۔

(ب) یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کوئی با اختیار غلیفہ نہ تھے بلکہ شیعیان علی کے ہاتھوں میں جو دراصل قاتلان عثمان تھے بالکل بے بس تھے مگر اس کے باوجود اقتدار سے چپے ہوئے تھے، انہوں نے خلافت کا مرکز مدینہ سے منتقل کر دیا اور یہ مدینہ چھوڑ کر کوفہ چلے آئے، حرم نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو خیر باد کہہ دیا اور ذرا خیال نہ آیا کہ کیا کر رہے ہیں، یہ ”شیعیان علی قاتلان عثمان“ جب پاہتے جس سے پاہتے تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہؓ کو جا لڑاتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہر وقت لڑنے کو موجود رہتے تھے کبھی انکار ہی نہیں کیا، جب ان لوگوں نے حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لڑنے کو کہا ان سے لڑنے پہنچ گئے اور جب ”صفین“ میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑائی کو کہا تو

وہاں آکر لٹنے لگے، گویا با اختیار خلیفہ نہیں بلکہ ان "شیعیان علی قاتلان عثمان" کے ہاتھوں کھنڈیل بنے ہوئے تھے، (معاذ اللہ من ہذا کاذیب)

(ج) یہ بات بھی واضح ہوئی کہ اخیر زندگی میں حضرت مدوح نے چاہا بھی کہ صلح صفائی کے ساتھ معاملات طے ہو جائیں تو ان "شیعیان علی" نے اپنے بنائے ہوئے خلیفہ حضرت علی کے فلاح و لغات کر دی اور بالآخر سازش کر کے ایک دن حضرت علی پر قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ جان برد ہو گئے "خوارج" کا اس سلسلہ میں کوئی ذکر نہیں کیونکہ وہ اراکین "مجلس عثمان غنی" کے بڑے بھائی تھے۔ یہ ناجبھی تو صرف حضرت مدوح کی تحقیق و تجسس پر قیامت کرتے ہیں اور وہ ان سے دو قدم آگے نہو ذبا اللہ حضرت کی تکفیر کے مرتکب تھے۔ لہذا "مجلس عثمان غنی" کا فرض ہے کہ اپنے ان محبوب و محترم بھائیوں کی جتنی بھی پردہ پوشی کی جاسکے کرے، کیونکہ ان کا نام لینے سے اندیشہ ہے کہ مسلمان ان کے بزرگوں کی توہین کریں گے۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے "مجلس عثمان غنی" کے یہ بد باطن ناجبھی کس کس طرح سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر تبراکرتے ہیں اور بہت سے سادہ لوح مسلمان اس کو بھی شعور کی تردید ہی سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ شیعوں کی تردید نہیں حضرت علی و حضرات حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اپنے بغض و عناد کا اظہار ہے۔

### حضرت حسن کے بارے میں داستان سرائی

(۱۹) اب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں "داستان گو" صاحب نے جو داستان سرائی کی ہے وہ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں۔

"حضرت علیؓ کے بعد ان شیعیان نے حضرت علیؓ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسنؓ کو ان کا جائزین خلیفہ بنا کر، باپ کے بعد بیٹے کی ولی عہدی کی رسم قائم کی، پھر اس گروہ نے حضرت حسنؓ کے ساتھ بھی سرگشی شروع کر دی، آپ کی اہانت کی، آپ کو زخمی کیا، آپ کا سامان لوٹا، جسم پر سے کپڑے تک لوچ کر

اتالیے حتیٰ کہ گھر میں عورتوں کے سامان و لباس تک پر دست درازیاں کیں ،  
 بالآخر حضرت حسنؑ نے یہ ہی مناسب سمجھا کہ ان ”قاتلانِ عثمانؓ“ سے جو شیعیانِ علیؑ  
 بن کر ہماری آڑ میں اپنا تحفظ بھی کر رہے ہیں ، ہمیں ہمارے بھائیوں اور بھائیوں  
 سے لڑنے میں بھی لگے ہوئے ہیں اور جب چاہتے ہیں ہمارے ساتھ بھی بیسلوکی  
 اور شرارت سے باز نہیں آتے چس نہات حاصل کی جائے اور حضرت معاویہؓ  
 کے ہاتھ پر بیعت کر کے انھیں مسلمان امت کا متفقہ خلیفہ بنا دیا جائے تاکہ  
 ”قاتلانِ عثمانؓ“ کو کیفرِ کربلا تک پہنچائیں اور ان کی شرائیکریوں سے امت  
 کو بچائیں ۔“ (دہستانِ کربلا ص ۱۶۵)

حضرت علیؑ کے بعد یہ ہی سلوک انی شیعیان نے حضرت حسنؑ کے ساتھ  
 کیا ، پہلے آپ کو اپنے والدہ حضرت علیؑ کا جائیٹیں بنا کر آپ کے ہاتھ پر بیعت  
 کی ، پھر کچھ دن بعد آپ کی توہین کی ، آپ پر حملہ کیا ، آپ کی ران زخمی کر دی  
 اور آپ کا سامان لوٹ لیا ، چنانچہ حضرت حسنؑ نے ان کے اس طرزِ عمل سے  
 بدول و بایوس اور ہزار ہو کر اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 برادرِ نسبتی کا لقب وحی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر حسینؑ

اور اپنے تمام اہلِ خانہ کی بیعت کر لی ۔ (دہستانِ کربلا ص ۱۶۶)  
 معلوم ہوا حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کی طرح حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
 بھی خلافت کی بیعت کرنے والے یہی ”قاتلانِ عثمانؓ“ ہیں ، لہذا مسلمانوں کو چاہیے  
 کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح ان کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کو بھی خلیفہ راشد ماننے سے انکار کر دیں ، اہلِ سنت خواہ مخواہ آج تک ان دونوں  
 حضرات کو خلیفہ راشد ماننے چلے آتے ہیں ۔

نیز جس طرح ان ”قاتلانِ عثمانؓ“ نے لہو و دہر و رخ برگردن گستاخ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کھلوانا بارگاہی تھا کہ جس سے چاہتے تھے جب چاہتے تھے حضرت کو لڑا دیتے تھے اور حضرت بلاتامل لڑنے چلے جاتے تھے، اسی طرح انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اپنا آلہ کار بنانا چاہا۔ مگر صاحبزادے باپ سے زیادہ ذہین نکلے اور معاملہ کی تک جلد ہی پہنچ گئے، لہذا ان سے نہایت ماصل کر لے کی بس ایک ہی راہ سمجھیں آئی کہ

”حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انھیں مسلمانوں کا متفقہ خلیفہ بنادیا جائے تاکہ وہ قاتلان عثمان کو کفر کو دار تک پہنچائیں اور ان کی شر انگیز لوں سے امت کو بچائیں“

۱۔ خط فرمایا آپ نے حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان کے اجزاء حضرت حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے بسی اور مجبوری کا اس ناموسی ”داستان گو“ نے کیا سماں باندھا ہے۔ واقعی ڈاکٹر صاحب نے داستان گوئی کا حتی ادا کر دیا، کیا مجال جو کوئی پسچی بات درمیان میں آنے پائے، اپنے بزرگ و محترم خارجیوں کے خزانم کو بھی جن کی معنوی ذریت یہ ناموسی صاحبان ہیں ان ”قاتلان عثمان شیعان علی“ ہی کے نامہ اعمال میں درج کر دیا، ان خارجیوں نے اگر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو شیعہ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی کیا تھا، تو کیا حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخمی نہیں کیا تھا؟ کیا وہ ان کی زد سے بچ گئے تھے؟ پھر ان کا ذکر کیوں نہ کیا؟

**حضرت حسین کی تکمیل** (۲۰۱) بہر حال ”داستان گو“ صاحب یہ باور کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے

اس صورت حال سے کوئی سبق حاصل نہ کیا اور ”قاتلان عثمان“ کے درغللے میں آکر ناحق اپنی جان گوانی، جس کی تفصیل ”داستان گو“ صاحب کے الفاظ میں یہ ہے

”حضرت حسین جب شہید ہوئے تو ان کی عمر ۵۵ سال سے تجاوز کر چکی تھی

جوانی کا عہد گزر گیا تھا اور بڑھاپا اچکا تھا، حضرت حسین اس فطرت سلوک کو اچھی طرح دیکھ چکے تھے جو شیعان علی نے ان کے والد حضرت علیؑ ساتھ کیا تھا۔۔۔۔۔ حضرت علی کے بعد یہی سلوک ان شیعان نے حضرت حسنؑ کے ساتھ کیا تھا۔ (ص ۱۲، ۱۳) حضرت علی کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن ان تمام حالات کو شروع سے دیکھتے چلے آ رہے تھے، قاتلین عثمان کے ارادوں سے واقف ہو چکے تھے (ص ۱۷) قاتلین عثمان کے گروہ کے غرض سے جو اپنے آپ کو ”شیعان علی“ کہتے تھے، آپ نے خود کو اور اپنے اہل خانہ کو نکالا اور مدینہ منورہ جا کر قیام پذیر ہو گئے“ (ص ۱۹) لیکن قاتلین عثمان مایوس نہیں ہوئے اور حضرت علی کے اہل خاندان و بنی ہاشم کی نئی نسل کو خلافت کے مسئلہ پر اکسانے کی کوشش کرتے رہے۔ حضرت معاویہؓ نے یہ محسوس کر کے کہ ان کے بعد خلافت کے حوالہ پر مسلمانوں کے درمیان پھر کوئی نزاع نہ اٹھ کھڑا ہو، اپنی وفات سے پیشتر..... اپنے بیٹے یزید کے لیے ہانیشی کی بیعت عام لے لی۔ اس دوران کوفہ میں رہنے والے ”قاتلین عثمان“ کے گروہ کے افراد نے حضرت حسینؑ سے خفیہ ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا، حضرت حسن فوت ہو چکے تھے اور یہ لوگ آ کر حضرت حسین کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے رہے (ص ۲۱، ۲۰)

سلسلہ میں حضرت معاویہ کی وفات ہو گئی آپ کے بعد امیر فرید جانشین ہوئے اور خلافت کی بیعت شروع ہوئی (ص ۲۲) کوفہ کے شیعان علی کو جب یہ معلوم ہوا کہ حسین، یزید کی بیعت کیے بغیر مدینہ سے مکہ آ گئے ہیں تو انھوں نے اس مضمون کا خط حضرت حسین کو لکھ بھیجا کہ آپ کوفہ آئیں، ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے (ص ۲۳) حضرت حسین کا قتل ان

کوفیوں نے کیا جو آپ کو کوسے لے کر آئے تھے (ص ۲۴)

غرض جناب ”داستان گو“ صاحب کے بیان کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جانے پر بھی سب کچھ دیکھنے اور جاننے کے باوجود ان قاتلان عثمان کے دو غلاموں میں آکر اپنے والد بزرگوار کی طرح طلب خلافت میں جان دے دی اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ اگر وہ بھی اپنے برادر بزرگوار کی طرح ”قاتلین عثمان“ کے گروہ کے زہر سے اپنے آپ کو اور اپنے اہل بیت کو نکال کر یزید کی بیعت کر لیتے تو کیا اچھا ہوتا۔ یہ ہے وہ تاثر جو ”داستان گو“ صاحب مسلمانوں کو ”داستان کربلا“ لکھ کر دینا چاہتے ہیں

قاتلین عثمانؓ کے بارے میں ضرور مئی تفتیح (۶۱) یہ بات اچھی طرح

ذہن میں رکھنا چاہیے کہ

”داستان گو“ صاحب بار بار ”قاتلین عثمان“ اور ”شیعان علی“ کے الفاظ کی تکرار اس لیے کرتے ہیں تاکہ اہل سنت کے جذبات بھڑکا کر وہ اپنا اتو سیدھا کریں۔ یاد رہے وہ ہر جگہ اہل الفاظ کے ذریعہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور حضرات حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں غلط تاثر قائم کرنے کی فکرمس لگے رہتے ہیں، ایک جگہ لکھتے ہیں

”خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال شہادت کے

سامنے نے امت مسلمہ کو دھو دھو کر دیا تھا، ایک حصہ ان مسلمانوں

پر مشتمل تھا جو حضرت عثمان کے قاتلوں کو گرفتار کر کے کیفر کر دیا تک پہنچانا

چاہتا تھا اور دوسرا حصہ ان مسلمانوں کا تھا جن میں قاتلین عثمان مل جل گئے

تھے اور انھیں مسلمانوں کے پہلے گروہ سے لڑاتے رہنے کی کاروائیوں میں

مصرفوف تھے، حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان جنگوں کی اصل وجہ

یہی تھی“ (”داستان کربلا“ ص ۱۶، ۱۷)

”داستان گو“ کے اس فریب کو سمجھنے کے لیے اولاً ”قاتلین عثمان“ کے معاملہ پر غور

کہتے، قاتل ابن عثمان کے سلسلے میں اصل تفتیح طلب یہ امر ہے کہ واقع میں ”قاتل ابن عثمان“ ہیں کون؟ کیا وہ چند شر پسند جو اس پاس کے مکانات کی دیواروں سے کود کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں داخل ہو گئے تھے اور جنہوں نے اس فعل شنیع کا ارتکاب کیا تھا؟ یا وہ سب مظاہرین جو آپ سے مسند خلافت سے کنارہ کش ہونے کا مطالبہ کر رہے تھے ظاہر ہے کہ شرمنا اور قاتلانا آپ کے قتل کے مجرم وہی اشخاص ہیں جو براہ راست اس فعل شنیع کے مرتکب ہونے خود آپ پر حملہ آور ہوئے یا آپ پر حملہ کرنے میں مدد کی، ایسے لوگوں کی تعداد خود ”داستان گو“ صاحب کے بیان کے مطابق پانچ افراد سے زیادہ نہیں، جن کو وہ شیعوں کی ضد میں ”پنج تن“ کہہ کر پکارتے ہیں، ان پانچوں قاتلوں کے نام ”داستان گو“ صاحب نے یہ لکھے ہیں۔

(۱) محمد بن ابی بکر

(۲) کنانہ بن بشر

(۳) عافقی

(۴) عمرو بن حق

(۵) سودان بن حمرانی

بعد کو ”داستان گو“ صاحب نے کثوم بن نجیب نامی ایک شخص کو بھی قاتل لکھا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ کس کا قاتل تھا۔ اگر اس کو بھی وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل قرار دیتے ہیں تو ان کی ”پنجتن“ کی پھٹی غلط ہو جائے گی کیوں کہ اب قاتل ”پنجتن“ کی سبائے ”شش تن“ بن جائیں گے۔ بہر حال ان نامزدگان میں حضرت عمرو بن حق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۔ خط جو ”داستان گو“ صاحب کا مجلس عثمان غنی“ سے شائع کردہ پہلا کتابچہ ”حضرت

(ص ۸۰۷)

عثمان غنی کی شہادت کیوں اور کیسے؟“

تو صحابی ہیں اور متعین محدثین کی تصریح کے مطابق کسی صحابی رسول کی شرکت قتل عثمان میں ثابت نہیں۔ اسی طرح محمد بن ابی بکر صدیق کے متعلق بھی صحیح یہی ہے کہ وہ قتل کے ارتکاب میں شریک نہ تھے۔ انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈارمی ضرور پکڑی تھی، لیکن جب حضرت ممدوح نے یہ فرمایا کہ بھتیجے! اگر تمہارے باپ زندہ ہوتے تو ان کو یہ حرکت پسند نہ آتی یہ جملہ سننے کے ساتھ ہی وہ شرما کر چپے ہٹ گئے اور دوسرے لوگوں کو بھی آپ پر دست درازی سے روکنے کی کوشش کی، لیکن کچھ بن نہ پڑا، یہ محب بات ہے کہ یہ ناجسی اپنے امام زید اور مردان کو تو ہر طرح بچانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے خلاف جو کچھ تاریخ اسلام میں مذکور ہے اس کو سبائیوں کی ہوائی باتیں بتاتے ہیں مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے محمد بن ابی بکرؓ کو قتل حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں شریک بنانے کے درپلے ہیں صرف اس لیے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے پاک تھے اور شیعہ بھی ان کو اپنا ہیرو مانتے ہیں اور ان پر ”قتل عثمان“ کی غلط تہمت جوڑتے ہیں، جو خلاف واقع ہے، نا صبیوں کو چاہیے کہ جس طرح وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا برادر نسبتی ہونے کی وجہ سے ”خال المؤمنین“ کہتے ہیں اسی رشتہ سے ان کو بھی ”خال المؤمنین“ کہا کریں اور ان کا ادب کیا کریں کیونکہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند اچھند اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے۔

سودان بن حمران اور کشم تمیمی دونوں موقع پر ہی حسب تصریح حافظ ابن کثیر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں کے ہاتھوں مارے گئے۔ اب صرف نافتی اور کنانہ بن بشر دو شخص رہ جاتے ہیں جو موقع واردات سے کسی طرح فرار ہو گئے تھے



بعد کو یہ بھی قتل ہوئے چنانچہ ابن جریر طبری نے بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ قاتلین عثمان میں سے کوئی شخص بھی قتل ہونے سے نہ بچ سکا۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جب منہ آوانے خلافت ہوئے تو آپ نے سب سے پہلا کام جو کیا وہ اسی واقعہ کی تحقیق تھی، لیکن دقت یہ تھی کہ تو اولیائے مشغول میں سے کسی نے اس وقت دربار خلافت میں استغناء نہ کیا اور نہ قاتلین میں سے کوئی موجود تھا، نہ قتل کی عینی شہادت کسی کے خلاف فراہم ہو سکی، اب کاروائی کی جاتی تو کس کے خلاف کی جاتی، علامہ ابن تیمیہ نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ

ماتى عثمان معذوراً فی ترك قتله - حضرت علی قاتلین عثمان کو قتل نہ  
عثمان لان مسروط کرنے میں معذور تھے کیوں کہ  
الاستبعاد لہم لوجود - قصاص لینے کے لیے جو شرائط

(منہاج السنہ ج ۳ ص ۱۲۹) ضروری ہیں وہ موجود ہی نہ تھیں

ظاہر ہے کہ جب اصل قاتلوں کا پتہ ہی نہ چل سکے تو پھر قصاص کس سے لیا جائے یہ بات تو ہوئی ان لوگوں کے متعلق جو براہ راست اس فعل شنیع کے مرتکب ہوئے تھے۔ اب رہے وہ مظاہرین جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حویلی کا محاصرہ کیا تھا۔ ان کی حیثیت ماعی سے زیادہ نہ تھی، داستان گو نے بھی اپنے پہلے کتابچہ ”حسرت عثمان غنی کی شہادت کیوں ادا کیے“ میں جگہ جگہ ان کو باغی لکھا ہے، باغیوں کے بارے میں فقہ اسلامی کا فیصلہ یہ ہے کہ بغاوت سے باز آ جانے کے بعد ان کو بغاوت کی پاداش میں سزا نہیں دی جائے گی، نیز آغاز بغاوت میں بھی جب تک وہ لوگوں کی جان و مالی سے تعرض نہ کریں ان کو زبانی فیما شہی کی جائے گی۔ سمجھایا جائے گا، ان کے شہرہ کے ازالہ

کی کوشش کی جائے گی تاکہ وہ فساد و بے نواہت سے باز آجائیں، ہاں اگر وہ زبانی فہمائش سے باز نہ آئے اور انہوں نے خوں ریزی میں پیش دستی کی یا باضابطہ لشکر کشی کر کے لڑنے کو موجود ہو گئے، تو پھر ان سے قتال واجب ہے اب حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں خلفاء راشدین کے طرز عمل پر نظر ڈال لیجئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بین محاصرہ کے وقت بھی باغیوں کو زبانی فہمائش ہی پر اکتفا کی اور ہر طرح ان کے شبہات کے انکار کے کوشش فرمائی۔ کیونکہ اس وقت تک ان کا معاملہ خلیفہ وقت کے خلاف مظاہرہ سے آگے نہ بڑھا تھا۔ اخیر میں چند شر پسند جنگی تعدا اچار پانچ افراد سے زیادہ نہ تھے، اچانک اشتعال میں آ گئے وہ چودوں کی طرح پڑوس کی دیوار سے آپ کی حویلی کی چھت پر کودے اور بالا خانہ میں اتر کر آپ کو شبید کر ڈالا، ان میں کچھ عین وقت پر مارے گئے، کچھ موقع پا کر رات کے اندھیرے میں فرار ہو گئے بعد ازاں جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مدینہ کے تمام ہاجری و انصار نے خلافت کی بیعت کی تو ان مظاہرین نے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کر کے آپ کی اطاعت اختیار کر لی، بغاوت فرو ہو جانے کے بعد اب ان باغیوں سے باز پرس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا فقہاء نے تصریح کی ہے۔

توبة الباعی بمنزلة الاسلام      جان و مال کی حفاظت اور ان کے احترام کے  
من الحربی فی افادة العصمة      سلسلہ میں باغی کے توبہ کر لینے اور حربی کافر  
والحرمة۔      کے اسلام ملے آنے کا ایک ہی حکم ہے و کاب  
(البحر الرائق شرح کنز      دونوں کی جان و مال سے کوئی تعرض نہیں  
قانون، باب البغاة)      کیا جائے گا

پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، کو ان باغیوں نے امام نہیں بنایا تھا، بلکہ حضرت ہاجرین و انصار نے آپ کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا تھا اور آپ کا انتخاب حق خلافت

تو درحقیقت اسی روز متعین ہو گیا تھا جس روز حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا انعقاد ہوا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنی وفات کے وقت خلافت کا مسئلہ چھ حضرات میں دائر کر دیا تھا اور ان حضرات نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دو حضرات کو اس کیلئے نامزد کیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدم موجودگی میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس منصب جلیلہ کے لیے سب حضرات کی نظروں میں متعین ہیں، لہذا جس اجماع کے ذریعہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کے لیے متعین ہوئے اسی اجماع نے اس منصب کے لیے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو متعین کیا، یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عہدہ جلیلہ کو قبول کرنے کے لیے اپنی رضامندی ظاہر کی، مدینہ طیبہ کی آبادی آپ سے بیعت کرنے کے لیے ٹوٹ پڑی، چنانچہ امام ابن خزم ظاہریؒ "الفصل فی الملل والاہواء والنحل" میں فرماتے ہیں۔

ان علیاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما ادعی الی  
لفہ بعد قتل عثمان رضی اللہ تعالیٰ  
منہ سارعت طوائف المهاجرین  
والانصار الی بیعتہ۔

(ج ۳- ص ۱۰، ۱۱)

اور پھر آپ سے بیعت کرنے کے بعد ان حضرات ہاجرین و انصار نے جس جان نثاری کا ثبوت دیا اس کا اظہار امام موصوف نے ان الفاظ میں کیا ہے

اذ دعا الی نفسه فقامت  
منہ طوائف من المسلمین

جیسے ہی جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
اپنی طرف دعوت دی مسلمانوں کی بڑی

عظيمة و بذلوا دماءهم  
دوئلہ، و راوہ حینظہ صاحب  
الامر والاولیٰ بالحق  
من نازعه۔  
(ج ۴ ص ۹۷)

بڑی جماعتیں آپ کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئیں  
اور آپ پر اپنی جانیں قربان کر دیں، یہ سب  
حضرات اس وقت آپ ہی کو اپنا امیر مانتے  
اور جو لوگ آپ سے برسرِ نزاع تھے ان کے  
مقابلے میں آپ ہی کو حق پر جانتے تھے

اور آگے چل کر لکھتے ہیں

الذین یایعوه بعد ذلک اذ صار  
الحق حقہ ، و قتلوا النفسہم  
دوئلہ۔ (ج ۴ ص ۱۰۱)

وہ حضرات جنہوں نے شہادتِ عثمان کے بعد آپ  
سے ہیبت کی جبکہ نفقت آپ ہی کا حق تھا اور  
پھر آپ کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں  
یہی حضرات ہاجرین و انصار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے رفقاء و جانِ نثار تھے  
جن کو یہ نام بھی ”شیعیانِ علی“ اور ”تائین عثمان“ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

### شیعہ مخلصین کون ہیں

(۲۲) رہا ”شیعیانِ علی“ کا مسئلہ تو واضح رہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ  
وجہہ کے شیعہ مخلصین یہی حضرات اہل السنۃ والجماعہ ہیں، یہی آپ کو خلیفہ راشد مانتے  
یہی آپ کی نسبت روحانی اور آپ کے علم کے حامل ہیں غور فرمائیے، تصوف اسلامی  
کے اکثر و بیشتر سلسلے حضرت ممدوح ہی کی طرف منسوب ہیں، فقہ حنفی کا دار و مدار زیادہ  
تر حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فنادی پر ہی ہے  
اہل سنت کی کتب احادیث میں تمام فلفاء، لاشدین سے فیادہ آپ کی مرویات ہیں۔  
غلاۃ شیعہ تفسیر یہ، اسماعیلیہ، اثنا عشریہ اور زیدیہ جو اپنے آپ کو ”شیعیانِ علی“ کہتے ہیں  
محض غلط ہے، ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ کیا، نہ  
آپ کی تعلیم کو محفوظ رکھا اور نہ یہ آپ کی نسبت کے حامل ہیں نہ ان کا حضرت موصوف  
سے کوئی تعلق تاریخ میں ثابت ہے اس سلسلہ میں مزید تفصیل کی ضرورت ہو تو تنقذ

اثنا عشریہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی سے مراجعت کرنی چاہیے تاکہ حقیقت حال معلوم ہو جائے۔

اس میں شک نہیں کہ شیعوں کے تینوں فرقے غالی جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لغو و باطلہ خدا مانتے ہیں، رافضیؒ تبراۓ جو حضرات شیعین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فاسق و منافق سمجھ کر ان پر سب و شتم کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام معصوم سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی صاف تصریح کر دی تھی اور تفسیریؒ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل مانتے ہیں ان تینوں فرقوں کا آپ کے زمانہ خلافت میں ظہور ہو چکا تھا، جس طرح کہ خارج بھی جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کافر سمجھتے ہیں اسی دور میں پیدا ہوئے تھے اور نو اصحاب بھی جن کا کام صرف حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ عنہ وجہ اور آپ کے خاندان سے عداوت کا اظہار ہے، لیکن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ عنہ وجہ نے ان سب گمراہ فرقوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا وہ علامہ شیخ ابن

۱۔ ملاحظہ ہو "عند اثنا عشریہ" (ص ۱) اور (ص ۱۱) پر فرماتے ہیں

شیعہ جعفری رضی اللہ علیہ اہل سنت و جماعت اند کہ بروش انتخاب میر و ندوہا کے جزیستند و ہر یک باہر نیکی یاہمی کنند و در عقائد و اعمال اتباع قرآن و حدیث و سیرت انتخاب مینمایند۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حقیقی شیعہ تو اہل سنت و جماعت ہی ہیں کہ ان ہی کی روش پر چلتے ہیں اور کسی کے ساتھ برسر نہیں سب کو نیکی کیا تو یہاں کہہ ہیں اور عقائد و اعمال میں قرآن و حدیث کی اتباع کرتے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طریقے پر چلتے ہیں واضح رہے کہ "شیعہ" کے معنی گروہ کہے ہیں، اس لیے "شیعہ علی" کہہ ہوئے حضرت علی کی جماعت اور ظاہر ہے کہ یہ صفت حضرات اہل سنت کی ہے کہ "روافضی" کی ان کو شیعیان علی کہنا زیادہ ہی ہے جیسے جہاں کہہ گویں کہنا یا خاک و ب کو حلال خورد

تیمہ کی زبان سے نکلے۔

وقد عاقب علی بن ابی طالب طوائف الشیعة الثلاثة، فانه حرق القایة الذین اعتقدوا الاهیة بالنار، وطلب قتل ابن سبار لما بلنه انه یسب ابابکر و عمر فهرب منه، وروی عنه انه قال لا اوتی یاحد یفعلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری، و قد تواتر عنه انه قال خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر ثم عمر، ولهذا کان اصحابه الشیعة متفقین علی تفضیل ابی بکر و عمر علیہ۔

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سلفہ شیعوں کی اسی تینوں پارٹیوں کو منہادی چنانچہ خالی پارٹی کو جو آپ کی کوبیت کی قائل تھی نفاذ آتش کیا، اور ابن سبار کے بارے میں حسب آپ کو یہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو گالیاں دیتا ہے تو آپ نے اس کو قتل کرنے کے لیے طلب فرمایا، لیکن وہ فرار ہو گیا اور آپ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو کوئی شخص بھی میرے سامنے اس خیال کا پیش کیا گیا کہ وہ مجھے ابوبکر و عمر پر فضیلت دیتا ہو تو میں اس کو منہادی کی حد (آتش کوڑے)، ٹھانوں گا اور یہ روایت تو آپ سے بہ تواتر ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا اس امت میں نبی کے بعد سب سے بہتر ابوبکر ہیں اور پھر عمر، اسی لیے آپ کے شیعہ اصحاب (مخلص رفقاء یعنی اہل سنت) اس امر پر متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر حضرت علی سے افضل تھے (فتویٰ ابن تیمہ ص ۱۹۴)

۱۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر صلاح الدین نجد نے ابن تیمہ کے اس فتویٰ کو جو تکیہ شکل میں محفوظ تھا، الجمع المحلی دمشق کے شمارہ ج ۳۸، جرنالت و البالیہ فی تصحیح کے ساتھ شائع کیا تھا جس کا اصل تین اور ترجمے ابن تیمہ ایکڈمی کراچی نے ۱۹۹۵ء میں "یزید بن معاویہ از ابن تیمہ" کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس فتویٰ کے مترجم جناب ڈاکٹر جمیل احمد صاحب صد شجرہ عربی کراچی یونیورسٹی ہیں۔

اور خوارج کے بارے میں لکھتے ہیں۔

فلما قتل عثمان و تفرق الناس  
 ظهر اهل البدع و الفجور، و  
 حينئذ ظهرت الخوارج فكفروا  
 علي بن ابي طالب و عثمان بن  
 عفان و من والا هما حتى  
 قاتله امير المؤمنين علي بن  
 ابي طالب طاعة لله ورسوله  
 جهادا في سبيله، واتفق الصحابة  
 علي قتلهم لم يختلفوا في ذلك  
 كما اختلفوا في الجمل و صفين۔  
 اس بارے میں ان میں باہم کوئی اختلاف نہ تھا۔

پھر حال حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ یا حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جتنے بھی سیاسی یا غیر سیاسی اقدامات کیے ان میں انی نام نہاد شیعیان علیؑ کا کوئی دخل نہ تھا، ان سب حضرات کے اصل فدائی اور جان نثار اور ان کی اتنی عظمت و قدر کرنے والے اور ان سے صحیح محبت رکھنے والے ہمیشہ سے حضرات اہل السنۃ والجماعۃ چلے آتے ہیں اور وہی ان کے اصل پیرو ہیں، ناصبیوں کو تو ان حضرات سے بغض ہے اور ان نام نہاد ”شیعیان علیؑ“ کو ان کی محبت میں وہ غلو ہے جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی، ناصبی اور رافضی دونوں جادۂ حق سے دور ہیں۔ اصل صراطِ مستقیم پر حضرات اہل السنۃ والجماعۃ ہیں غرض یہ بات خوب یاد رکھئے اور ”داستان گو“ کے بار بار تاتلان عثمانؑ اور ”شیعیان علیؑ“ کے الفاظ کی رٹ ٹٹانے سے بالکل دھوکہ نہ کھا ئیجئے اس

کا مقصد ان الفاظ کے بار بار دہرانے سے سوائے ابلہ فہمی کے اور کچھ نہیں ہے۔

باقی ”داستان گو“ صاحب نے جو بار بار تکرار کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ”ان شیعا بن علی“ نے کبھی حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر سے لڑوا ڈالا اور کبھی صفین کے مقام پر حضرت معاویہ سے جا لڑایا سو محض لغو ہے، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگیں بغاوت کو فرو کرنے کے لیے کی تھیں وہ امام اشد تھے انہوں نے جو جہاد کیا ہے، کتاب وسنت کی روشنی میں کیا ہے، حضرت طلحہ اور زبیر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کو غلط فہمی ہوئی، چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جیسے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قائل کیا انہوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور اسی وقت میدان مصافحہ سے اپنی گھوڑے کی باگ موڑ دی اور لشکر سے نکل کر چل دیے، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جو ان کو جاتے دیکھا تو یہ بھی فوراً میدان جنگ سے ہٹنے لگے، لیکن مروان نے ان کو جاتے دیکھ کر ان کے گھٹنے میں ایسا تیر مارا کہ ان کا کام تمام ہو گیا، تاہم ان میں ابھی زندگی کی رمت باقی تھی کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شکری کے ہاتھ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت کر کے اپنی جان جانی آفرین کے سپرد کر دی، رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو جنگ جمل میں اپنے شریک ہو جانے پر اس قدر دیا کرتی تھیں کہ آپ کا دوپٹہ تر ہو جاتا تھا، یہ سب باتیں کتب احادیث میں مہر ج ہیں، صفین میں جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابل ہوئے ان کے بارے میں احادیث متواترہ میں: ”فتنہ باغیۃ“ کے الفاظ آتے ہیں، جس کے معنی یعنی جماعت“ کے ہیں، غرض جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغاوت کی وہ یا تو غلط فہمی کی وجہ سے کی جیسے کہ اہل حل تھے یا پھر ان سے دانت یا نادانانہ طور پر غلطی ہوئی جیسے کہ ”بغاة شام“ بہر حال حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی تمام جنگوں میں برسرِ حق تھے اور ان کے مخالفین خطا پر، پھر اس میں یہ تاثر دینا کہ حضرت



علی کرم اللہ وجہہ اپنے شیعیان کے ہاتھ میں کھلونا بنے ہوئے تھے، ناصبیوں کی محض کواں ہے۔ حافظ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں۔

ولو قدح رجل فی علی بن ابی طالب  
بائتہ قاتل معاویۃ و اصحابہ و  
قاتل طلحۃ و الزبیر لقیل لہ علی  
بن ابی طالب افضل و اولی  
بالعلم و العدل من الذین  
قاتلوه فلا يجوز ان یجعل  
الذین قاتلوه هم العادیین  
و هو ظالم لہم۔

اگر کوئی شخص حضرت علی بن ابی طالب  
رضی اللہ عنہ کے بارے میں یوں قہر کرنے  
گئے کہ انہوں نے معاویہ اور ان کے اصحاب  
سے قتال کیا اور حضرت طلحہ اور زبیر رضی  
اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی جنگ کی تو اس  
سے کہا جائے گا کہ علی بن ابی طالب رضی  
اللہ عنہ علم اور عدل کے اعتبار سے اپنی قوم  
لوگوں سے جوان سے برسرِ جنگ ہونے  
افضل و اعلیٰ تھے، لہذا یہ نہیں ہو سکتا کہ  
جنہوں نے حضرت علی سے قتال کیا، بس  
وہی عادل ٹھہریں اور حضرت علی ظالم۔

منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام  
التیثم و القدریج ۲- ص ۱۹۰  
بلع مصر ۱۳۲۲ھ

اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب تحفۃ شتا عشرہ میں فرماتے ہیں۔

وہیں است مذہب اپنی سنت کہ حضرت  
امیر در مقامات خود برحق بود و مصیب  
و مخالفان او بر غیر حق و مخطی۔  
(ص ۱۹ بلع نول کشور کاغذ نو ۱۳۲۵ھ)

اور اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ حضرت  
امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اپنی جگہوں میں حق  
پر تھے اور صواب پر اور آپ کے مخالف  
ناحق پر اور خطا کار۔

ناصری جو چاہیں کہتے رہیں، حدیث نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس دور میں حضرت علی  
کرم اللہ وجہہ اور ان کا گروہ اس امت کے بہترین افراد میں تھے، چنانچہ صحیحین میں خروج  
کے سلسلہ میں جو حدیث وارد ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔

و ینخرجون علی خیر فرقہ من الناس یہ خارجی ان لوگوں کے خلاف اٹھیں گے  
 قال ابوسعید اشہد انی سمعت جوسب سے بہتر جماعت ہوگی، ابوسعید خدری  
 هذا الحدیث من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں  
 علیہ وسلم و اشہد ان علی بن ابی کریم نے اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 طالب قاتلہ و انا معہ۔ کی زبان مبارک سے سنا ہے اور یہ بھی گواہی دیتا  
 (مشکوۃ المصابیح باب فی الجہرات ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے  
 الفصل الاول ص ۵۳۵) ان سے جہاد کیا اور میں بھی اس جہاد میں آپ کے ہمراہ تھا

حضرت حسن کے بارے میں افتراء پر دازی

(۲۳)

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں جن خیالات کا "داستان گو" نے اظہار کیا ہے وہ بھی صحیح  
 نہیں، حافظ ابن خزم ظاہری نے "الفصل فی الملل والاہواء والنحل" میں تصریح کی ہے کہ  
 ومع الحسن ازید من حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیساتھ ایک لاکھ سے  
 مائۃ الف عنان یمولون۔ زائد ایسے شہسوار تھے جو آپ کے آگے جان فدا  
 دونگے (ج-۴ ص ۱۰۵) کرنے کو تیار تھے۔

اور اسی لیے حافظ ابن حجر عسقلانی "فتح الباری" میں اس حدیث شریف کے ذیل  
 میں جس میں یہ مذکور ہے کہ "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بار خطبہ دے رہے تھے اسی  
 آثار میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے سے آگئے تو آپ نے ان کو دیکھ کر برسر منبر  
 ارشاد فرمایا

انہی هذا سید، ولعل اللہ ان میرا یہ چٹا "سید" ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ  
 یصلہ بہ بین فئتين من المسلمین اس کی بدولت مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح  
 کرادے گا۔ (ج-۱۳ ص ۵۴)

اس حدیث کے فوائد کو شمار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

وفي هذه القصة من اس واقعہ میں جو فوائد میں ان میں ایک تو حضور علیہ  
 الفوائد، علم من اعلام الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی نشانی ہے ذکر آپ  
 النبوة، ومنقبة للحسن بن کی پیشین گوئی کا ظہور ہوا، دوسرے حضرت حسن  
 علی فانه ترك الملك لا لقلعة بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی منقبت معلوم  
 ولا لدلة ولا لعللة بل ہوئی کہ آپ بغیر کسی قسم کی کمی یا کسی طرح کی ذلت  
 لرغبة بما عند الله، لا راء کے یا کسی نوع کی علت کے، خالصتہً لوجہ اللہ  
 من حقن دماء المسلمين سلطنت سے دستبردار ہو گئے کیونکہ آپ نے  
 فرائع امر الدین ومصلحة محسوس کیا کہ ایسا کرنے سے مسلمانوں کی خون  
 الامۃ۔ ریزی سے بچ جائیں گے، لہذا آپ نے

(ج-۱۳۰ ص ۵۷) دین اور مصلحت امت کی رعایت فرمائی۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب معاذ رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت  
 باوجود باغی ہونے کے زمرہ مسلمین سے خارج نہ تھے، جیسا کہ خوارج یا روافض کا خیال  
 ہے یہ بھی واضح رہے کہ حضرات اہل السنۃ والجماعۃ روافض کی طرح کہ وہ اپنے ائمہ کو  
 معصوم سمجھتے ہیں کسی امتی کو معصوم نہیں سمجھتے بلکہ کسی صحابی سے بھی اگر کوئی غلطی ہو  
 جائے تو وہ غلطی کو غلطی ہی کہتے ہیں اور ان کی اسلامی خدمات اور شرف صحابیت کی  
 بناء پر ان کے احترام میں کوئی کمی نہیں کرتے۔

جن لوگوں نے حضرت علی سے جنگ کی انکے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ

علامہ ابن علی قرطبی نے اپنی شہرہ تصنیف "المخطوط والاشعار" میں اہل سنت کے عقائد کے  
 ترجمان امام ابو الحسن اشعری کا جو عقیدہ اس باب میں نقل کیا ہے اور جس پر تمام  
 اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے وہ یہ ہے۔

والائمة مترتبون فی فضیلت کے اعتبار سے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم  
 الفضل ترتبہم فی الامامة، ولا میں درجی ترتیب ہے جس ترتیب سے وہ اس منصب  
 اقول فی عائشة وطلحة والزبیر رفیع پر فائز ہوئے اور حضرات عائشہ وطلحہ و زبیر رضی  
 رضی اللہ عنہم الا اللہ عنہم کے بارے میں ہیں اس کے سوا کچھ نہیں  
 انہم رجعوا عن الخطأ، کہہ سکتا کہ ان حضرات نے اپنی خطا سے رجوع کر  
 و اقول ان طلحة والزبیر جمل میں شرکت کی بنا پر واقع ہوئی تھی، رجوع کر  
 من الشرة المبشرين لیا تھا اور میں اس کا قائل ہوں کہ حضرت طلحہ و  
 بالجنة، و اقول فی زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دس حضرات میں سے  
 معاویہ و عمرو بن العاص تھے کہ جن کو جیتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 انہما لنبیا علی الامام جنت کی بشارت دی تھی اور میں معاویہ اور عمرو بن  
 الحق علی بن ابی طالب عاص کے بارے میں یہی کہتا ہوں کہ ان دونوں  
 رضی اللہ عنہم فقاتلہم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے  
 مقاتلۃ اہل النخی و خلاف بغاوت کی تھی جو علیہم برحق تھے لہذا حضرت  
 اقول ان اہل النہروان امیر المؤمنین نے ان سے اسی طرح جنگ کی  
 الشراۃ ہم المارقون من الدین جس طرح باغیوں سے کرنی چاہیے اور میں یہی  
 وان علیا رضی اللہ عنہ کہتا ہوں کہ اہل نہروان جو اس امر کے معنی تھے  
 حان علی الحق کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے آپ کو  
 فی جمیع احوالہ، و بیچ دیا ہے وہ دراصل دین سے فراری تھے  
 الحق معہ حیث داس اور یہ بھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان تمام حالات  
 میں حق پر تھے اور آپ نے جو قدم بھی اٹھایا حق  
 (ج ۲ ص ۲۶۰ طبع مولا)

## نواصب قتیقہ سے باز آئیں

انوس ہے کہ ”مجلس عثمانی غنی“ کے ناصبیوں نے سچ کو اپنا شمار بنانے کی بجائے دُشمن کی اتباع کو پسند کیا اور جھوٹ اور نفاق کو اپنا شمار بنایا، یہ دونوں کتا پچھے ۱۱، شہادت عثمان غنی کیوں اور کیسے ۲۶، داستان کربلا ”کذب کا مرقع“ ہیں، نفاق تو ظاہر ہے کہ خود کو اہل سنت والجماعت ظاہر کرتے ہیں، ان کی مسجدوں میں امام بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ شخصی آزادی کے اس دور میں ان کو قتیقہ کی چادر اپنے سر پر ڈالنے کی ضرورت نہیں، صاف کھل کر کہنا چاہیے کہ ہم یزید و مروان کی امامت کے قائل ہیں، یزید کو حسین سے، مروان کو عبداللہ بن زبیر سے اور معاویہ کو علی مرتضیٰ سے افضل مانتے ہیں، ہمارے نزدیک علی و حسین رضی اللہ عنہما پسندیدہ شخصیتیں نہیں، اس لیے ہم ان پر طعن و تشنیع کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں، جس طرح زوہد افضل کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرک کرنے کا حق ہے، اسی طرح علی و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان حضرات ثلاثہ پر تبرک کرنے کا ہم کو بھی حق ہے، ہم نے علی و آل علی کے بغض و عناد کا جھنڈا نصب کر رکھا ہے، اس لیے ہم ناصبی ہیں، تاریخ میں ناصبیوں کا یہ لقب پہلے سے موجود ہے اس میں دُراشرانے اور بھگنے کی کوئی بات نہیں جرات کی ضرورت ہے، علانیہ کہنا چاہیے کہ مروان الحمار کے قتل پر جب مشرق سے اموی حکومت کا جنازہ نکل گیا تھا تو اس کتب لکھ کے لوگ ختم ہو گئے تھے، لیکن اب پھر بارہ سو برس کے بعد اسی مروان الحمار کی یاد گار ہم لوگ بھی ہیں جو محمود احمد عباسی کی تحقیقات سے متاثر ہو کر اس کو اپنا ”امام و شیخ الاسلام“ سمجھتے ہوئے اس کتب فکر سے وابستہ ہو گئے ہیں، لہذا ہمیں اسی نام سے جانا اور پہچانا چاہیے۔ اگر ان ناصبیوں نے ایسا ہی کیا اور جراثیم کے ساتھ جڑلا اپنے نقص کا اظہار کر دیا تو وہ اس نفاق سے کچج جائیں گے جس میں فی الحال وہ مبتلا ہیں اور مسلمان بھی ان کا اصلی چہرہ پہچان لیں گے۔

## یزید کے کرتوت حدیث کی روشنی میں

اب ہم اخیر میں شکوۂ شریفین کی اس حدیث پر اپنی تنقید کو ختم کرتے ہیں جو "باب الامان بالقدر" کی فصل ثانی میں بایں الفاظ مرقوم ہے۔

من علثۃ رضی اللہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا  
تعالیٰ عنہا قالت قال سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ چھ آدمی ہیں جن پر میں  
علیہ وسلم ستۃ لعنہم نے بھی لعنت کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت کی  
ولعنہم اللہ وکل نبی اور ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے (یہ چھ شخص  
یحبیب الزائد فی کتاب یہ ہیں) اول وہ کہ جو کتاب اللہ میں زیادتی کرے ،  
اللہ ، والمکذب بقدر اللہ دوسرے وہ جو تقدیر الہی کا سنکھو، قیصرے وہ جو  
والمستط بالجبوروت لیعز جبر و ظلم سے مخلوق خدا پر مسلط ہو جائے تاکہ جس  
من اذله اللہ و یذل کو اللہ تعالیٰ نے ذلت دی ہے اسے عزت بخشنے  
من اعزه اللہ والمستحل لحرم اللہ والمستحل من  
عترتی ما حرم اللہ عترتی ما حرم اللہ  
والتارک لسنی رواہ حرمت کو خاک میں ملائے جو اللہ نے مکھی بے چھتے وہ  
البیہقی فی الدخل ووزین جو میری سنت کا تاکہ ہو اس حدیث کو امام بیہقی نے  
فی کتابہ۔

الذیل میں احمد محدث مدین مجددی نے اپنی

کتاب میں روایت کیا ہے۔

(ص ۲۲)

اس حدیث کی روشنی میں اب ذرا یزید کی زندگی پر نظر ڈالیے آپ کو معلوم ہو گا کہ

اس میں بہت سی لاشی باقیں جمع ہو گئی تھیں۔

(۱) اس کا فاسق و فاجر اور تارک سنت ہونا تو بہ تو اثر ثابت ہے جس طرح رستم کی شجاعت و عاقبت کی سخاوت شہور ہے اس سے زیادہ یزید کا ظلم و ستم اور اس کا فسق و فجور مشہور ہے۔

(۲) وہ جبر و زبردستی سے حکومت پر مسلط ہو گیا تھا، اس نے صحابہ کرام اور تابعین عظام کی ایک خلعت کو ذلیل کیا اور ناحق ان کا خون بہایا۔

(۳) اس نے نہ صرف حرم کعبہ کی بے حرمتی کی اور اس پر فوج کشی کی، بلکہ حرم نبوی کو بھی تین دن کے لیے اپنی فوج کے لیے باطل حلال کر دیا کہ وہ جو چاہے وہاں کرے، چنانچہ یزیدی لشکر نے تین دن تک حرم نبوی میں وہ فساد مچایا کہ پناہ نہ تھا، سینکڑوں صحابہ و تابعین کے علاوہ اولاد و انصار و ہاجرین کا ناحق قتل عام ہوا، لوٹ مار اور قتل و غارت گاریہ عالم تھا کہ تین دن تک مسجد نبوی میں کوئی نماز نہ ہو سکی، چنانچہ مشکوٰۃ ہی میں ”باب الکرامات“ میں منقول ہے۔

و عن سید بن عبد المیز قال  
لما كان ايام الحرّة له يؤذن  
في مسجد النبي صلى الله عليه وسلم  
ثلاثاً وله يقم. وله يبرح  
سيد بن السيب السجد و كان  
لا يعرف وقت الصلوة الا  
بهممة يسلمها من قبر  
النبي صلى الله عليه وسلم.

حضرت سید بن عبد العزیز سے مروی ہے کہ  
فترتہ کے دنوں میں مسجد نبوی میں تین دن  
تک نہ اذان ہوئی نہ قیامت۔ بس اکیلے حضرت  
سید بن السیب تھے جو مسجد ہی میں رہتے،  
یہ بھی نماز کا وقت نہیں پہنانتے تھے مگر اس  
ہلکی سی آواز سے جو قبر نبوی (علی صابہ  
الصلوة والسلام) سے وہ سنا کرتے تھے  
اس روایت کو امام دارمی نے نقل  
کیا ہے۔

دواء الدارمی (ص ۵۴۵)

(۴) اور عزت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت و حرمت کو جس طرح اس نے خاک

میں لایا وہ تو زبان زد خاص و عام ہے یہی وجہ ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے ان کی مشہور و معروف کتاب "تاریخ الخلفاء" میں کربلاء کے حادثہ فاجعہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ الفاظ نکل گئے ہیں۔

لعن اللہ قاتله و ابن زیاد      اللہ تعالیٰ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
معہ و یزید ایضاً      کے قاتل پر لعنت کرے اور اسی کے ساتھ ابن  
(ص ۸۰ طبع سینیہ ۱۳۳۵ھ)  
زیاد پر اور یزید پر بھی۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہماری اس حقیر سی کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور ایمان کے ساتھ اہل بیت و صحابہ کرام کی محبت پر ہمارا خاتمہ فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

الہی بختی بنی فاطمہ      کہ بر قول ایمان کلمہ خاتمہ

الحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات، وبنا ثقل منا انک انت  
السمیع العلیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم

محمد عبد الرشید نعمانی

پنج شنبہ ۱۰ محرم رمضان المبارک ۱۳۹۷ھ





# مطبوعات الزعيم الكاشي

## ١ تفسير يعقوب جبري

سورة فاتحة الكتاب

تفسير يعقوب جبري

## استراشہ آبی

تفسیر الہدیہ فی تفسیر القرآن

## ٢ الإنصاف والبرہان

جمال الدین یوسف بن فرعون عبد اللہ السیّدی بطریق تعلیف العلامة الطائفة محمد حسن بن علی الکافوری

## ٣ الآلی المصنوعة والزوايا المرجوعة

مفتی سید مقدّم شامی

## ٣ محبة الفكر ومصطلي أهل الأمر

فرہات المظفری مفتی خبہ الفکر

تالیف حافظ محمد بن علی امری عنایہ علیہ السلام فی تفسیر بحشیہ مفتی محمد عبد اللہ شریک رحمہ اللہ مولانا عبد اللہ الرشید الدہلوی مدظلہ

## ٥ مقامات حریری

تالیف ابو محمد قاسم بن علی حریری المصري

مترجمہ وحشی - مولانا سید امجد علی ترمذی ترمذی ترمذی شیخ الادب والفکر والعلوم مولانا

## ٦ المدخل في أصول الحديث

تالیف المدخل - مولانا محمد رشید نقوی مدظلہ

## ٤ أوجز السير لحياة البشر

امری تالیف امجد علی ترمذی ترمذی ترمذی

## أجواهر التنبيه في السيرة النبوية

تالیف الامام قسّ الدین محمد بن الحسن القاسمی

تلخیص السيرة الصغری تالیف العلامة ابن کثیر ابو عبد اللہ بن محمد بن علی

## ٨ كتاب الايمان

تالیف العلامة ابن کثیر ابو عبد اللہ بن محمد بن علی

تالیف العلامة ابن کثیر ابو عبد اللہ بن محمد بن علی

تالیف العلامة ابن کثیر ابو عبد اللہ بن محمد بن علی

تالیف العلامة ابن کثیر ابو عبد اللہ بن محمد بن علی

تالیف العلامة ابن کثیر ابو عبد اللہ بن محمد بن علی

تالیف العلامة ابن کثیر ابو عبد اللہ بن محمد بن علی

تالیف العلامة ابن کثیر ابو عبد اللہ بن محمد بن علی

## ٩ الشیخان في آداب حملة القرآن

تالیف امام جمعیہ شیخ شرف الدین النوری الشافعی

## ١٠ فتح الکرم المذنبان في آداب حملة القرآن

تالیف علامہ علی بن محمد الموفق الصلیح المصري

## ١١ الأربعين النووی

تالیف الامام ابو نعیم ابراہیم بن علی الحاکمی البیرونی

## ١٢ جامع الصلوات ومجمع التعدادات

تالیف العلامة ابن کثیر ابو عبد اللہ بن محمد بن علی

## ١٣ مقالات نعمانی

شرح فقہ الکبیر (تالیف امیر المومنین ابو حامد محمد بن محمد غزالی)

## ١٤ هدایة النعمی

تالیف (تالیف امیر المومنین ابو حامد محمد بن محمد غزالی)

## ١٥ الکافیة فی الصلو

تالیف (تالیف امیر المومنین ابو حامد محمد بن محمد غزالی)

## ١٦ تحقیق الرؤی

تالیف (تالیف امیر المومنین ابو حامد محمد بن محمد غزالی)

## ١٧ منبہ الأملی

تالیف العلامة ابن کثیر ابو عبد اللہ بن محمد بن علی

## ١٨ رسالہ الملک

تالیف (تالیف امیر المومنین ابو حامد محمد بن محمد غزالی)

## ١٩ العالم والمتعلم

تالیف (تالیف امیر المومنین ابو حامد محمد بن محمد غزالی)

## ٢٠ زاد المتقین

تالیف (تالیف امیر المومنین ابو حامد محمد بن محمد غزالی)

## ٢١ سلوک طریق یقین

تالیف (تالیف امیر المومنین ابو حامد محمد بن محمد غزالی)

## ٢٢ ذکر و عمل

تالیف (تالیف امیر المومنین ابو حامد محمد بن محمد غزالی)

## ٢٣ قرآن مجید

تالیف (تالیف امیر المومنین ابو حامد محمد بن محمد غزالی)

## ٢٤ احادیث

تالیف (تالیف امیر المومنین ابو حامد محمد بن محمد غزالی)

## ٢٥ مناقب

تالیف (تالیف امیر المومنین ابو حامد محمد بن محمد غزالی)

اسماعیلیہ بوہریوں آغا خاویں اور شیخوں کا تعارف تاریخ کی روشنی میں مؤلفہ : سید تنظیم حسین